(قسط نمبر ۵)
سولومن
www.islamiurdubook.blogspot.com
(اسلم رضا)

میرا جسم آگ میں جلس رہا تھا اور میری ارتکاز توجہ کی قوت اسے بجھانے میں ناکام رہی تھی۔ لیکن میرے لیے یہ پچویشن کوئی نئی نہیں تھی۔ میں نے جلدی سے آیت کریمہ کی تلاوت شروع کی اور ایک جھٹکے سے میرے ارد گرد موجود آگ بجھ گئی۔ آگ بجھتی ہوئی دیکھتے ہی سرخ بالوں والے جنگلی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ جبکہ ہٹا کٹا سردار بھی حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے پھر سورج کی طرف دیکھ کر ان کو اشارہ کیا کہ مجھے اس نے بچایا ہے۔ اس بار شاید سرخ بالوں والے کی سمجھ میں کچھ آ گیا۔ اس نے پھر اپنی زبان میں کچھ کہا جو بالکل میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بڑی عجیب سی پچویشن تھی۔ وہ میری بات شاید سمجھ نہیں پا رہے تھے اور میں ان کی۔ پھر میں نے دیکھا کہ سرخ بالوں والے نے سردار کو کچھ کہا۔ سردار نے مجھے ایک جھونپڑی کی طرف اشارہ کیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے وہاں جانے کا کہہ رہا

ہے۔ میں اسی جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔ سردار نے دروازہ کھول کر
مجھے بڑے احترام سے اندر جانے کو کہا۔ میں جھونپڑی میں چلا گیا۔
جھونپڑی اندر سے بہت کشادہ اور خوبصورتی سے سجائی گئی تھی۔ یقیناً
یہ کوئی گیسٹ ہاؤس ٹائپ کی کوئی چیز تھی۔ میں وہیں ایک کرسی نما
موڑھے پر بیٹھ گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک دو جنگلی
عورتیں جو شکل وصورت سے کچھ خوبصورت لگ رہی تھیں دروازہ
کھول کر اندر داخل ہوئیں۔ پہلے تو میرے سامنے کھڑی رہیں مگر پھر
بے تکلفی سے آگے بڑھ کر میرے کپڑے اتارنے کی کوشش کرنے
لگیں۔ میں سمجھ گیا کہ سردار نے شاید ان کو میری ''خدمت'' کرنے
کے لیے بھیجا ہوگا۔ میں نے نرمی سے انہیں اپنے سے دور کیا مگر وہ حد
سے گزرتی جا رہی تھیں۔ ایک نے تو جلدی سے اپنے جسم پر موجود
مختصر سے کپڑے اتار دیے۔ اس خطرناک سچویشن کو دیکھ کر میرے

پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ زبردستی انہیں باہر جانے کا کہتا۔ میں نے ارتکاز توجہ سے انہیں دروازے کی طرف دھکیل دیا اور غصے سے دروازے سے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ میری طاقت کا تماشا دیکھ کر وہ گبھرا گئیں اور پھر جلدی سے باہر چلی گئیں۔ میں نے اس مصیبت کے ٹلنے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

تقریباً ایک گھنٹہ اسی طرح انتظار کرنے کے بعد مجھے ایک جنگلی نے دروازے سے جھانک کر باہر آنے کا اشارہ کیا۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ کافی لوگ اکٹھے ہوئے تھے۔ سب سے نمایاں ایک بہت بوڑھا جنگلی تھا جس نے اپنے گلے میں ہڈیوں کی مالا پہنی ہوئی تھی اس کے ایک ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی جس کے اوپری سرے سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ اس کے دائیں طرف سرخ بالوں والا جنگلی مودبانہ انداز میں کھڑا تھا۔ میں نے باقی لوگوں پر نظر ڈالی تو مجھے سردار بھی نظر آ

گیا۔ اور پھر ایک طرف مجھے ایک ایشائی شخص بھی نظر آیا۔ اس نے کافی پرانی اور پھٹی ہوئی پینٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ مجھے شکل سے وہ چینی باشندہ لگا۔ اس بوڑھے جنگلی نے اس چینی باشندے کی طرف دیکھ کر اونچی آواز میں کچھ کہا۔ پھر چینی باشندے نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مجھ سے پوچھا کہ میں کون ہوں اور یہاں کیا کرنے آیا ہوں۔

مجھے خوشی ہوئی کہ ان کے ساتھ بات کرنے کا کوئی تو طریقہ ملا۔ میں نے بھی انگریزی میں اسے بتایا کہ میں سورج دیوتا کا اوتار ہوں اور مجھے سورج دیوتا نے اس خطے میں مذہب کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہے۔

میری بات سن کر چینی حیرت سے مجھے دیکھنے لگا جیسے میرے سر پہ سینگ اگ آئے ہوں۔ مگر اس نے ترجمہ کرتے ہوئے میری بات ان جنگلیوں تک پہنچا دی۔ جیسے ہی انہیں اس بات کا علم ہوا ایک دم

سے تمام موجود جنگلیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ کچھ مجھے احترام سے دیکھنے لگے اور کچھ شک سے۔ بوڑھے جنگلی نے چینی سے کچھ کہا اور پھر اس چینی نے ترجمہ کرتے ہوئے مجھ سے اس بات کا ثبوت مانگا۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان کو کیا ثبوت فراہم کروں۔ پھر کچھ سوچ کر میں اس چینی کو کہا کہ وہ ان لوگوں سے پوچھے کہ وہ کیا ثبوت مانگتے ہیں۔ چینی نے میری بات ان تک پہنچا دی۔ یہ بات سن کر بوڑھا جنگلی اور سرخ بالوں والا آپس میں کھسر پھسر کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد بوڑھے جنگلی نے اس چینی سے کچھ کہا جس کا ترجمہ اس نے ان الفاظ میں کیا۔

"ہمارے ہاں یہ روایت ہے کہ ایک سورج دیوتا کا اوتار آنے والا ہے مگر اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ جب چاہے گا سورج کی روشنی مدھم کر دے گا کیونکہ سورج دیوتا اس کی خواہش کا احترام کرتے ہیں۔ یہی

اس اوتار کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم یہ نشانی دکھا سکتے ہو تو ہم تمہیں سورج دیوتا کا اوتار مان لیتے ہیں۔"

اس عجیب سی فرمائش نے مجھے مشکل میں ڈال دیا۔ میری روحانی قوت اس قدر نہیں تھی کہ میں سورج کی روشنی مدھم کر سکتا۔ اور اگر میں ایسا کرنے سے انکار کر دیتا تو یقیناً وہ مجھے اپنا اوتار نہ سمجھتے جس سے میرا ان کے پاس قیام بہت مشکل ہو جاتا۔ مجھے یقیناً کسی مصلحت سے کام لینا تھا۔ میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بوڑھے جنگلی نے اسی چینی باشندے کے توسط سے پھر کہا کہ اگر میں یہ نہیں کر سکتا تو پھر مجھے اپنا بیان واپس لے لینا چاہیے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ ایسا صرف اصل اوتار ہی کر سکے گا جو میں نہیں ہوں۔ بات بگڑتے دیکھ کر میں نے فوراً ایک فیصلہ کیا اور ان کو کہا کہ میں تیار ہوں مگر سورج دیوتا کی مرضی ہے کہ میں یہ کرتب دو دن کے بعد دکھاؤں۔

میرا مقصد کچھ وقت لینا تھا مگر میری بات سن کر بوڑھا جنگلی اور سرخ بالوں والا، دونوں چونک پڑے۔ پھر انہوں نے کچھ کہا جس کا ترجمہ اس چینی نے یوں کیا۔

"بے شک، دو دن کے بعد سورج دیوتا کی عبادت کا دن ہے۔ تم شاید دیوتا کے اوتار ہی ہو جو تم نے اس مبارک دن کا انتخاب کیا مگر پھر بھی اپنے دل کی تسلی کے لیے ہم اس نشانی کو ضرور دیکھیں گے اور تب تک تم ہمارے پاس مہمان کی حیثیت سے رہو گے۔ تمہیں جو چاہیں تم مانگ سکتے ہو۔"

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میں نے وقت لینے کے لیے جو چال چلی تھی وہ اتفاقاً ان کے عبادت والا دن ثابت ہوئی۔ بہر حال اتنی بات کر کے وہ لوگ منتشر ہونے لگے اور پھر میں بھی اپنے اسے گیسٹ ہاوس نما جھونپڑے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ چینی اندر

داخل ہوا۔

"مجھے سردار نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں انہیں بتا سکوں۔" اس چینی نے اسی طرح ٹوٹی پھوٹی انگلش میں کہا مگر اس کا لہجہ مودبانہ تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔تم باہر بیٹھو۔ مجھے ضرورت محسوس ہوئی تو میں بلا لوں گا۔" میں نے اس کو جواب دیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ ہر وقت میرے سر پر سوار رہے۔

اس کے باہر جاتے ہی میں زمین پر بیٹھ گیا اور پھر میں نے اپنی روحانی پرواز سے پوری بستی کا ایک چکر لگایا۔ سردار اپنی جھونپڑی میں چلا گیا جبکہ وہ بوڑھا جنگلی اور سرخ بالوں والا ابھی ایک طرف جا رہے تھے اور آپس میں باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔ مجھے ان کی زبان سے ناواقفیت کا بڑا افسوس ہوا ورنہ میں ان کی باتوں سے کافی معلومات

حاصل کر سکتا تھا کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں اچانک
مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اس چینی کے ذریعے ان جنگلیوں کی زبان
سیکھنے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر میں نے اپنی روحانی پرواز ختم
کر کے آنکھیں کھول دیں۔ پھر اٹھ کر باہر سے اسی چینی کو بلایا۔ وہ
جھونپڑی کے باہر ہی موجود تھا۔

جب میں نے اس سے ان جنگلیوں کی زبان سکھانے کا کہا تو وہ فوراً ہی
رضامند ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے زبان سکھانے کی کوشش شروع
کر دی۔ میرے لیے وہ سب کچھ اجنبی تھا اس لیے ایک گھنٹے تک
مختلف الفاظ ذہن نشین کرتے کرتے میرے سر میں درد شروع ہو گیا۔
پھر میں نے اسے باہر جانے کا کہا اور آرام کرنے ایک بستر پر لیٹ گیا
جو اسی جھونپڑے میں لگا ہوا تھا۔

اس دن شام کو میں نے آیان کو بلانے کا ارادہ کیا۔ میں اس سے مشورہ

کرنا چاہتا تھا کہ سورج کی روشنی کو مدھم کرنے کا کونسا علم ہو سکتا ہے۔ میں نے سورہ جن پڑھ کر اسے آواز دی۔ تیسری آواز پر وہ میرے سامنے تھا۔

"جی آقا!۔۔۔" آیان نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"آیان!۔۔۔ مجھے تم سے ایک مشورہ کرنا ہے۔" میں نے فوراً ہی کہا۔

"حکم کریں سرکار۔" آیان نے کہا۔

"مجھے یہ جاننا ہے کہ کس عمل سے سورج کی روشنی کو مدھم کیا جا سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور میرے سوال پر وہ چونک پڑا۔

"آقا!۔۔۔ سورج کی روشنی تو مدھم نہیں ہوتی ہاں البتہ سورج کو گرہن لگ سکتا ہے۔" آیان نے کچھ الجھے ہوئے انداز میں کہا اور میں چونک پڑا۔ یہ تو بالکل سامنے کی بات تھی کہ سورج کو اگر گرہن لگ

جائے تو ایسا ہی لگے گا جیسے روشنی کم ہو گئی۔ مگر گرہن لگے گا کیسے۔

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ سورج کو گرہن کب لگے گا" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"آقا!۔۔۔کم از کم اس سال تو کوئی چانس نہیں ہے۔" آیان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "میرے اندازے کے مطابق تین سال کے بعد فروری کے مہینے میں کسی دن سورج گرہن لگنے کا چانس ہے۔

"کیا تم کسی طرح سورج گرہن لگا سکتے ہو؟ میرا مطلب ہے عارضی طور پر؟" میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

"نہیں آقا!۔۔۔یہ میری قوت میں نہیں ہے۔" آیان نے صاف لہجے میں کہا۔

"اچھا کوئی اور طریقہ بتاؤ جس سے سورج کی روشنی کسی طرح مدھم کی جا سکے؟" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"آقا!۔۔۔بات کیا ہے۔ آپ سورج کو گرہن کیوں لگانا چاہتے ہیں؟" آیان نے سوال کیا۔ جواب میں میں نے ساری کہانی سنا دی۔

"یہ تو ہو سکتا ہے۔ اگر مقصد صرف اس بستی تک ہی ہے تو میں اس کا بندوبست کر سکتا ہوں۔" آیان نے جلدی سے کہا۔

"وہ کیسے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"آقا!۔۔۔اگر میں کچھ اوپر آسمان پر جا کر سورج اور اس بستی کے درمیان میں کوئی بڑی سے شے رکھ دوں تو یقیناً سورج کی روشنی اس بستی تک نہیں پہنچ سکے گی یا پھر کم پہنچے گی۔ اس سے ان کو لگے گا جیسے سورج مدہم ہو گیا ہے۔ آپ جب چاہیں گے میں اسے ہٹا لوں گا تو روشنی پھر ویسی کی ویسی ہو جائے گی۔" آیان نے اپنا منصوبہ بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر تم کونسی شے لے کر آسمان پر جاؤ گے اور کیا وہ حجم میں بہت بڑی ہوگی؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"نہیں آقا! جتنا میں آسمان میں اوپر جا سکوں گا اتنی چھوٹی چیز سے کام بن جائے گا۔ آپ یہ مجھ پر چھوڑ دیں۔ بس آپ مجھے اس وقت بلا لیجیے گا جب وہ آپ سے یہ شعبدہ دیکھنے کی ضد کریں۔" آیان نے مجھے مطمئن کرنے والے انداز میں کہا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔" میں نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ یہ ایک بڑا بوجھ تھا جو میرے کندھوں سے اتر گیا تھا۔ مجھے آیان کی صلاحیت پر پورا اعتبار تھا۔

کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد آیان رخصت ہو گیا۔ میں نے پھر جنگلی باشندے کو بلا کر اس سے جنگلی زبان کا اگلا سبق دینے کو کہا۔ کچھ دیر اس جنگلی زبان کا سبق پڑھنے کے بعد میں نے تجسس کے ہاتھوں مجبور

ہو کر اس سے اس کی یہاں موجودگی کا سبب پوچھا۔ جواب میں اس نے بتایا کہ اس کا نام چانگ چن ہے اور وہ یہاں شکار کھیلنے آیا تھا کہ ان جنگلیوں نے اس کو قید کر لیا۔ چونکہ وہ اکیلا ہی آیا تھا اس لیے اس کی مدد کو بھی کوئی پیچھے نہیں آیا۔ مجھے اس کی کہانی کچھ عجیب سے لگی۔ وہ اکیلا شکار پر کیوں آیا تھا۔ اسے اپنے ساتھ کوئی گائیڈ یا پھر کوئی ملازم وغیرہ کو رکھنا چاہیے تھا۔ بہر حال میں نے اس سے مزید باز پرس نہیں کی۔

شام کا کھانا بڑا پر تکلف تھا۔ آدھا پہاڑی بکرا بھنا ہوا تھا۔ اور اس کے ساتھ کافی سارے پھل بھی۔ میں نے حسب ضرورت کھا کر باقی انہیں واپس بھجوا دیا۔ رات کو سونے سے پہلے میں نے پھر ایک بار چانگ چن کو بلا کر ایک اور سبق لیا۔ وہ زبان اب کچھ کچھ میری سمجھ میں آ رہی تھی مگر ابھی بہت کچھ ایسا تھا جو مجھے مزید ذہن نشین کرنا تھا۔

اگلے دو دن بھی اسی طرح کی مصروفیت میں گزر گئے۔ اس دوران میرا قابل ذکر کارنامہ یہ ہی تھا کہ میں ان جنگلیوں کی زبان سے اتنا واقف ہو گیا تھا کہ ان کی کچھ باتیں میری سمجھ میں آنے لگی تھیں اور میں خود بھی چند الفاظ بول لیتا تھا۔ سورج دیوتا کی عبادت والے دن میں نے آیان کو بلایا۔ وہ نا صرف آ گیا بلکہ اس نے مجھے تسلی بھی دی کہ وہ اپنے اس خیال کا تجربہ ایک جگہ کر کے آیا ہے۔ اس لیے مجھے فکر نہیں کرنے چاہیے۔ پھر کافی دن چڑھے ایک جنگلی مجھے بلانے آیا۔

میں جب باہر نکلا تو دیکھا کہ سارا قبیلہ وہاں موجود تھا۔ وہ سارے کے سارے مجھے حیرت بھری نظروں دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک بوڑھے جنگلی نے اس چینی کے توسط سے مجھے بتایا کہ پہلے سورج دیوتا کی عبادت کی جائے گی اور اس کے بعد وہ مجھے اپنی نشانی دکھانے کو کہیں گے۔ میں نے بھلا کیا اعتراض کرنا تھا۔ مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ عبادت کیسے

کرتے ہیں۔ اور جب انہوں نے عبادت شروع کی تو میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

ان کی عبادت دراصل قربانی کی ایک رسم تھی۔ انہوں نے ایک عورت کو ایک عجیب سے چبوترے پر باندھ دیا اور پھر اس کے گرد رقص کرنے لگے۔ چند منٹوں کے رقص کے بعد انہوں نے بڑے ہی بے رحمانہ طریقے سے نیزے مار مار کر اس لہولہان کر دیا۔ وہ عورت بڑی بے چارگی سے چلا رہی تھی۔ پھر چند جنگلیوں نے اس عورت کا خون ایک پیالے میں بھر کر بڑے پجاری کے سامنے رکھ دیا۔ اس پجاری نے خون کو سورج کی طرف بلند کر کے کچھ عجیب سے کلمات پڑھے اور پھر بہت تیزی سے اس خون کو سورج کی جانب اچھال دیا۔ خون کچھ دیر ہوا میں رہنے کے بعد زمین پر گر گیا اور نرم مٹی میں جذب ہونے لگا۔ پھر اس پجاری نے ایک بڑی سی چادر اس گرے ہوئے خون پر

ڈال کر اس ڈھک دیا اور اسی کے پاس بیٹھ کر کچھ پڑھنے لگا۔
میں حیرت زدہ اس کو دیکھ ہی رہا تھا کہ مجھے اس خون والی جگہ پر کچھ عجیب سے حرکت محسوس ہوئی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی چیز اس چادر کے نیچے حرکت کر رہی ہو۔ میں نے فوراً آنکھیں بند کر کے اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا تو وہ کچھ عجیب سی چھوٹی چھوٹی مگر بہت ہی بدنما مخلوق تھی۔ اور وہ مخلوق بہت تیزی سے مٹی پر گرا خون چاٹ رہی تھی۔ چند ہی لمحوں میں اس نے خون کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ اور پھر وہ ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ اتنے میں پجاری نے چلا کر کچھ کہا اور سارے جنگلی خوشی سے چیخنے لگے۔ پھر اس پجاری نے وہ چادر زمین سے اٹھا دی۔ وہ جگہ جہاں خون گرا تھا وہاں اب کوئی ایک چھوٹا سا دھبا بھی نہیں تھا۔ اسے دیکھتے ہی جنگلیوں نے اونچی آواز میں چلانا شروع کر دیا۔ اور پجاری بہت مطمئن انداز میں چلتا ہوا ایک طرف کھڑے

سردار کے پاس کھڑا ہو گیا۔

پھر سردار نے چانگ چن سے کچھ کہا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب میری باری ہے۔ چانگ چن نے مجھے اس کا ترجمہ کر کے یہی بات بتائی کہ اب مجھے اپنی اوتار والی نشانی دکھانے کو کہا جا رہا ہے۔ میں چند قدم آگے بڑھ کر سب کے درمیان آ گیا تاکہ وہ لوگ مجھے دیکھ سکیں اور پھر ایسے ہی چند عجیب و غریب کلمات پڑھ کر میں نے اپنے دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کر لیے جیسے میں کوئی غیر مرئی چیز ہلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پھر میں نے آیان جو میرے ساتھ ہی کھڑا تھا اسے اپنا کام شروع کرنے کا اشارہ کیا۔ وہ جلدی سے ہوا میں بلند ہوتا چلا گیا۔

میں اپنا ڈرامہ جاری رکھے ہوئے تھا اور اس بات منتظر تھا کہ کب آیان سورج کو گرہن لگائے تو میں ڈرامے کا اگلہ سین شروع کروں۔ مگر کافی انتظار کے بعد بھی جب روشنی میں کمی نہ ہوئی تو مجھے حیرت ہوئی۔

اسے تو اپنا کام چند لمحوں میں کر دینا چاہیے تھا۔ پھر اتنی دیر۔ پریشانی میں میں نے آنکھیں بند کر کے اپنی روحانی آنکھ سے آسمان کی طرف دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہی عجیب سے مخلوق جو میں نے خون چاٹتے دیکھی تھی آسمان پر لاتعداد بکھری پڑی تھی اور انہوں نے آیان کو مکمل طور پر جکڑا ہوا تھا۔ وہ بے چارہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں پا رہا تھا۔ میں حیرت زدہ اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ مجھے زمین پر کچھ ہل چل محسوس ہوئی۔ میں نے اپنی روحانی آنکھ سے دیکھا کہ کچھ نیزا بردار میرے گرد آ کھڑے ہو چکے تھے اور ان کے تیور کچھ اچھے نہیں لگ رہے تھے۔ یہ چوئشن بڑی عجیب سی ہو گئی تھی۔ یقیناً انہیں اس تاخیر کی وجہ سے مجھ پر شک ہو گیا تھا۔ میرے پاس وقت بہت کم تھا لہذا پہلے میں نے آیان کی مدد کا فیصلہ کیا۔ فوری طور پر اس سے چمٹی ہوئی مخلوق کو اپنی ارتکاز توجہ سے پرے دھکیل دیا ان کی گرفت سے آزادی ملتے ہی

آیان گولی کی سی رفتار سے آسمان کی طرف اڑ گیا۔ اسے تاخیر کا اندازہ تھا۔ پھر میں نے زمین پر اپنے گرد کھڑے نیزہ برداروں میں سے ایک کے ہاتھ سے نیزہ اس کے اپنی ہی پاؤں پر مار دیا۔ وہ تکلیف سے چیخنے لگا اور باقی سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ عین اسی وقت سورج کی روشنی مدہم ہونے لگی۔ اور میں نے اپنی روحانی پرواز ختم کر کے اپنے ڈرامے کا اگلا سین شروع کر دیا۔ میں نے اونچی آواز میں انہی جنگلیوں کی زبان میں کہا۔

"اے لوگوں!۔۔۔ میرے اوتار کو تسلیم کرو اور جو میں کہوں ویسا ہی کرو۔" میں نے جان بوجھ کر اپنی آواز کو بدلا ہوا تھا اور اسے حتی الامکان گونج دار بنایا ہوا تھا۔

اس کرشمے کو دیکھتے ہی سارے کے سارے جنگلی سجدے کی حالت میں گر گئے۔ میں نے پجاری کی طرف دیکھا تو وہ بہت ہی تعجب سے

مجھے دیکھ رہا تھا اور پھر اپنی ساتھ کھڑے سردار کو سجدے میں گرتے دیکھ کر وہ بھی سجدے میں گر گیا۔ شاید اس کے پاس مجھے تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

پھر چند لمحوں کے بعد میں نے آہستہ آہستہ اپنے پھیلائے ہوئے بازو سمیٹ لیے۔ میرا اشارہ سمجھتے ہوئے آیان نے اس عارضی سے گرہن کو ختم کر دیا اور روشنی پھر اپنی نارمل سطح پر آ گئی۔

جنگلی سجدے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور میرے گرد رقص کرنے لگے۔ سردار کے چہرے پر بھی عقیدت کے آثار تھے جبکہ پجاری مجھے مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

کافی دیر تک ایک طوفان بدتمیزی مچا رہا اور پھر آہستہ آہستہ جنگلی اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیے۔ سردار مجھے ساتھ لے کر اپنے جھونپڑے کی طرف چل پڑا۔ بوڑھا پجاری بھی ساتھ تھا۔ ہمارا

مترجم چانگ چن بھی ساتھ ہی تھا۔ سردار کا جھونپڑا اندر سے بہت صاف ستھرا اور کافی بھرا بھرا سا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے پرانے بادشاہوں کا زمانہ یاد آنے لگا جو کبھی کبھی ہم ٹیلی ویژن پر پرانی فلموں میں دیکھا کرتے تھے۔ ایک بڑا سا چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر شیر کی کھال سکھا کر ڈالی ہوئی تھی۔ ارد گرد دو ملازمائیں پنکھا جھل رہی تھیں۔ سامنے بیٹھنے کے لیے سٹول نما کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ سردار نے مجھے عزت دیتے ہوئے اپنے ساتھ چبوترے پر بیٹھا لیا جبکہ بوڑھا پجاری سامنے پڑے ایک سٹول پر بیٹھ گیا۔

”سورج کے اوتار کا ہمارے لیے پہلا حکم کیا ہے؟“ سردار نے احترام سے پوچھا جس کا ترجمہ مجھے چانگ چن نے کر کے سنایا۔

”سورج دیوتا کو تمہاری عبادت بالکل پسند نہیں ہے خاص طور پر عورتوں کی قربانی دینا۔“ میں نے وہ بات کر دی جو کافی دیر سے

میرے ذہن میں پھنسی ہوئی تھی۔ چانگ چن نے جب اس کا ترجمہ کیا تو پجاری بہت مضطرب نظر آنے لگا۔

"ٹھیک ہے!۔۔۔ جو حکم آپکا۔۔۔ اگلی عبادت پر آپ کے حکم کے مطابق عبادت کی جائے گی۔" سردار نے اسی طرح احترام بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی مجھے آرام کرنا ہے۔" میں نے جان چھڑانے کے لیے کہا۔

میری بات کا ترجمہ ہوتے ہی بوڑھے پجاری نے جلدی سے کہا۔

"سورج دیوتا اپنا اوتار صرف خاص موقعوں پر ہی بھیجا کرتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں بتانا پسند کریں گے کہ آپ کو کس خاص کام کے لیے بھیجا گیا ہے۔" پجاری کے چہرے پر شک نمایاں تھا۔ چانگ چن نے بھی اسے محسوس کر لیا تھا مگر اس نے بغیر کوئی تاثر لئے اس کی بات کا ترجمہ کر دیا۔

"ہاں!۔۔۔ یہ حقیقت ہے مگر اس بات کا پتہ وقت آنے پر ہی چلے گے۔ سورج دیوتا اپنی باتیں عام لوگوں پر ظاہر نہیں کرتے۔" میں اس بار پھر اپنا پہلو بچاتے ہوئے کہا۔ جب چانگ چن نے اس کا ترجمہ کر کے پجاری کو بتایا تو صاف لگ رہا تھا کہ وہ قطعی طور پر مطمئن نہیں ہوا تھا۔

میں نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہاں سے اٹھنے کا قصد کیا۔

میرے اٹھتے ہی سردار بھی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ اور پجاری مجھے باہر دروازے تک چھوڑنے آئے۔ پھر سردار نے مجھے ایک جنگلی کے ہمراہ ایک اور جھونپڑے کی طرف بھیج دیا۔ یہ جھونپڑا پہلے والے سے کافی کشادہ تھا اور یہاں رکھا ہوا سامان بھی سردار کے جھونپڑے کے مقابلے کا تھا۔ چانگ چن بھی میرے ساتھ ہی تھا۔ مجھے کافی تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی مگر یہاں کی زبان سیکھنا بہت ضروری تھا۔ اس لئے

میں نے ہمت کر کے چانگ چن سے مزید سبق لیا اور پھر اسے جانے کا کہہ کر آرام کرنے لیٹ گیا۔ ادھر ادھر کی سوچتے ہوئے مجھے نیند آ گئی۔

یہ شاید رات کا پچھلا پہر تھا جب اچانک مجھے اپنی سانس رکتی سے محسوس ہوئی۔ میں نے گھبرا کر آنکھ کھولی تو اندھیرے کے سوا کچھ نہ تھا۔ مگر میرے لیے سانس لینا ممکن نہ تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے میرے ناک اور منہ کے آگے نہ نظر آنے والی کوئی چیز باندھ دی ہو جو سانس کے راستے میں روکاوٹ بن رہی تھی۔ میں ابھی اس پچویشن کو سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ اچانک یہ سانس بندی ختم ہو گئی اور میں نے بے اختیار ایک گہرا سانس لیا مگر اس سانس کے ساتھ ہی ایک انتہائی ناگوار بو بھی ناک کے راستے اندر چلی گئی اور پھر میرے ذہن پر غنودگی چھا گئی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں اپنے کنٹرول میں نہیں ہوں

اور میرے اردگرد کا ماحول بڑی تیزی سے بدل رہا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی تیز رفتار سے فلم کو فارورڈ کرتا ہے۔ پھر مجھے کچھ دیر کے لیے بالکل ہوش نہ رہا۔

ہوش آیا تو ایک ایسی جگہ پر کہ میں نہ زمین پر تھا اور نہ آسمان پر۔ ایک درخت کے ساتھ مضبوط تار سے بندھا ہوا تھا جس کو میری کمر کے ساتھ لپیٹا گیا تھا اور اسی رسے سے شاید میرے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھا۔ میں اسی طرح جھول رہا تھا جیسے پھانسی پر چڑھنے والا کوئی مجرم جھولتا ہے بس فرق اتنا تھا کہ میرے گردن کی بجائے رسہ میری کمر پر بندھا ہوا تھا۔ پھر میں نے اپنی اطراف پر غور کیا تو دیکھا کہ میرے اردگرد سفید سا دھواں پھیلا ہوا تھا۔ نیچے مجھے زمین اس دھوئیں کی وجہ سے نظر نہیں آ رہی تھی مگر یہ دھواں نیچے سے ہی کہیں سے آ رہا تھا۔

کچھ دیر مجھے مکمل طور پر ہوش میں آنے میں لگی اور پھر میں نے محسوس کیا کہ کوئی اونچی آواز سے کچھ پڑھ رہا تھا۔ اور پھر اچانک مجھے اپنے دماغ میں ایک آواز سنائی دی۔

”تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔“ ایک بوڑھی مگر مضبوط آواز نے پوچھا۔ میں نے فوراً ہی بوڑھے پجاری کی آواز کو پہچان لیا۔

”میں سورج دیوتا کا اوتار ہوں۔ تم نے مجھ پر حملہ کر کے اچھا نہیں کیا۔“ میں نے اونچی آواز میں کہا مگر پھر مجھے احساس ہوا کہ وہ پجاری آواز نہیں بلکہ خیالات سے بات کر رہا تھا۔ شاید اس کو بھی ٹیلی پیتھی کا علم آتا تھا جس کا ایک مظاہرہ میں جاڑوں کی بستی میں دیکھ چکا تھا۔

”تم جھوٹ بولتے ہو۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ یہاں کوئی سورج دیوتا نہیں ہے۔ یہ کہانی تو ہم لوگوں نے سادہ لوح جنگلیوں کو بے وقوف

بنانے کے لیے گھڑی ہوئی ہے۔" پجاری نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"تمہارے لیے بہتر ہے کہ مجھے صاف صاف بتا دو کہ تم کون ہو ورنہ ایک تکلیف دہ موت کے لیے تیار ہو جاؤ۔" آخر میں اس کے لہجے میں سختی آ گئی تھی۔

مجھے اس کا یہ سخت انداز بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ چونکہ اب کی بار پجاری نے براہ راست حملہ کیا تھا اس لیے میرے لیے بھی براہ راست جواب دینا آسان ہو گیا تھا۔ اس لیے میں نے اسے سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کر کے روحانی آنکھوں سے اسے دیکھنے کی کوشش کی مگر میں حیران رہ گیا کہ میری روحانی آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اور میری روح پرواز نہ کر پا رہی تھی۔ یہ میرے لیے حیرانی کا باعث تھا۔ جسمانی آنکھوں سے تو مجھے دھواں نظر آ رہا تھا مگر روحانی آنکھیں مکمل اندھیرا ہی دکھا رہی تھیں۔ اچانک مجھے

احساس ہوا کہ یہ دھواں کوئی خاص دھواں ہے جس نے میرے روحانی حواس کو معطل کر دیا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی مجھے پریشانی نے آگھیرا۔ یہ پجاری بھی کوئی توپ چیز ثابت ہو رہا تھا۔

"میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ مجھے صاف صاف اپنے بارے میں بتا دو ورنہ اب میں اپنا عمل شروع کر دوں گا جس سے تم انتہائی تکلیف کا شکار ہو جاؤں گے اور پھر وہی تکلیف تمہاری جان لے لے گی۔" پجاری نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

میں نے بھی اپنا آخری ہتھیار آزمانے کا فیصلہ کیا اور آیت کریمہ بلند آواز میں پڑھنے کی کوشش کی مگر۔۔۔ یہ کیا! ۔ مجھے آیت کریمہ بھول گئی تھی۔ یہ میرے لیے ناقابل یقین بات تھی مگر یہ ایک مسلمہ حقیقت تھی اسی طرح جس طرح یہ کہ میں اس وقت بندھا ہوا تھا۔

باوجود انتہائی کوشش کے مجھے آیت کریمہ کے الفاظ یاد نہیں آرہے

تھے۔ آیت کریمہ ہی کیا مجھے کوئی بھی قرآنی آیت یاد نہیں آ رہی تھی حالانکہ میں بہت ساری سورتیں حفظ کی ہوئی تھیں۔ اب میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ چکے تھے۔ بغیر روحانی طاقتوں کے میرے پاس صرف آیات قرآنی ہی ایک ہتھیار تھا جو کسی وجہ سے ناقابل استعمال ہو گیا تھا۔ ان سب کے بغیر میں بے بس اور لاچار ایک عام انسان کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اسی سوچ نے میرے دماغ میں اندھیرے پھیلانے شروع کر دیے۔ مگر اچانک مجھے عظیم شوالہ کی وہ بات یاد آ گئی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ انسان کی اصل طاقت تو حوصلہ ہوتا ہے۔ اگر انسان حوصلے سے کام لے تو خود خدا بھی اس کی مدد کرتا ہے۔ بس یہی سوچ کر میں نے ایک نئے ولولے اور جوش سے اپنے گرد حالات کا جائزہ لینا شروع کیا۔ اب چونکہ میری جسمانی آنکھیں دھوئیں کی عادی ہو چکی تھیں اس لیے مجھے کسی حد تک نظر آنے لگا تھا۔

میں دیکھ سکتا تھا کہ زمین پر عین میرے نیچے ایک آدمی کا ہیولہ سا تھا جو ایک آگ جلائے بیٹھا تھا۔ یقیناً یہ بوڑھا پجاری ہی تھا۔

''ٹھیک ہے۔۔۔جیسے تمہاری مرضی ۔اب میں اپنا عمل شروع کرنے لگا ہوں۔'' اس بار پجاری کا لہجہ انتہائی سخت تھا اس نے میرے سارے بدن میں سرد سی لہر دوڑا دی۔

''تم میرے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو؟'' میں نے مزید وقت لینے کے غرض سے پوچھا۔

''تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟'' بوڑھے پجاری نے اپنا سوال دھرایا۔

''میرا نام سلیمان ہے اور میں جادوئی علوم سیکھنے کی غرض سے افریقہ آیا ہوں۔'' میں نے صاف گوئی سے کام لیا مگر جان بوجھ کر تفصیل نہیں بتائی۔

"وہ کون تھا جس نے سورج کی روشنی کو مدہم کیا۔ اور میرے بیرے اسے روک نہ سکے؟" اس بار پجاری نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"وہ ایک جن ہے جو میرا دوست بنا ہوا ہے اور وقتاً فوقتاً میرے کام آتا رہتا ہے۔ میرا خیال تھا کہ اپنے آپ کو سورج دیوتا کا اوتار ثابت کر کے مجھے یہاں کے پجاری اور دوسرے جادوگروں کا خاص کرب حاصل ہو جائے گا اور اس طرح میں ان سے جادوئی علوم سیکھ سکوں گا۔" میں نے کچھ اور تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ جھوٹ بولنا میرے لیے بہت مشکل کام تھا مگر میں حقائق کو کسی حد تک اپنے انداز میں بیان کر رہا تھا تاکہ جھوٹ بھی نہ بولوں اور ساری تفصیلات بھی نہ ظاہر کروں۔

"حیرت ہے۔ تم جادوئی علوم کیوں سیکھنا چاہتے ہو؟" پجاری نے

اس بار پھر حیرت سے پوچھا۔

"بس میرا شوق ہے۔" میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا اس لیے میں نے گھسا پٹا سا ہی جواب دے دیا۔

"دیکھو!۔۔۔تمہاری باتوں سے میرے دل میں تمہارے لیے ایک نرم گوشا پیدا ہوا ہے۔اسے جھوٹ بول کر ضائع مت کرو۔میں ابھی بھی تمہیں اپنا چیلا بنا کر جادوئی علوم سکھا سکتا ہوں مگر اس کے لیے تمہیں سچ بولنا ہوگا۔" پجاری نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔

میرے لیے پچوئشن مشکل ہوگئی تھی۔وہ میرے اندر تک جھانک رہا تھا اس لیے باوجود کوشش کے میں جھوٹ نہیں بول پا رہا تھا اور جو جھوٹ بولا تھا وہ اس نے فوراً پکڑ لیا تھا۔کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے اپنی اسی پالیسی کے تحت مصلحتاً حقائق کا ایک حصہ ظاہر کر دیا۔

"دراصل!۔۔۔مجھے ایک انتہائی طاقتور جن سے اپنی ماں کی موت کا

بدلہ لینا ہے جس نے میری آنکھوں کے سامنے میری ماں کو زندہ جلا دیا۔" یہ کہتے ہوئے نجانے کیوں میرے جسم میں گرمی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔

"ہاں!۔۔اب تم نے سچ بولا ہے۔" پجاری شاید میرے لہجے سے مرعوب ہو گیا تھا۔

"میرا نام ڈوسائی ہے اور میں اس قبیلے کا سب سے بڑا پجاری ہوں۔ میں نے اپنی عمر کے پچاس سال یہاں اس قبیلے کو دیئے ہیں۔ اب تم میرے چیلے ہو۔ تم اسی طرح اوتار بن کر یہاں پر رہو گے مگر اب وہی کرو گے جو میں کہوں گا۔ اگر تم میری باتوں پر عمل کرتے رہے تو میں تمہیں وہ علوم سکھا دوں گا جس کے لیے تم یہاں آئے ہو۔" اس بوڑھے پجاری جس کا نام دوسائی تھا، نے ایک طرح سے حکم سنایا۔

اس وقت میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں رضا مند ہو گیا۔ کچھ ہی دیر میں دھواں اٹھنا بند ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ نیچے درخت کی جڑ میں وہی بوڑھا پجاری التی پالتی مار کر بیٹھا تھا اور اس کے سامنے آگ جل رہی تھی۔ ایک طرف کپڑے کی تھیلی پڑی ہوئی تھی جس میں سے شاید کچھ نکال کر وہ آگ میں پھینک رہا تھا جو اس دھواں کو پیدا کرتا تھا۔

اس آگ کو بجھا کر اس نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور میرا رسا اوپر سے ڈھیلا ہونے لگا۔ میں آہستہ آہستہ زمین پر آنے لگا۔ جیسے ہی میرے پاؤں زمین پر پڑے اسی وقت میری کمر کے گرد سے رسہ خود بخود کھل کر اوپر اٹھنے لگا جیسے درخت کے اوپر سے کوئی اسے کھینچ رہا ہو۔ بوڑھے ڈوسائی نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے پیچھے چل پڑا۔

کچھ ہی دور اس پجاری کی جھونپڑی تھی۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ اندر آنے کا کہا اور اس میں داخل ہو گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر چلا آیا۔ اس نے مجھے ایک موڑھے پر بیٹھنے کا کہا اور پھر دوسرے موڑھے پر خود بیٹھ گیا۔

"تم نے بہت چالاکی سے اپنی جگہ اس قبیلے میں بنائی ہے۔ اس بات نے مجھے خوش کیا مگر یہ کمال تمہیں میرا خاص چیلا بنانے کے لیے کافی نہیں ہے کہ میں تمہیں اپنے علوم سکھاؤں جو میں نے برسوں کے ریاضت سے حاصل کیے ہیں۔ تمہیں اس کے لیے کچھ اور بھی کرنا ہو گا۔" بوڑھے ڈوسائی نے کچھ سوچتے ہوئے اپنی زبان میں کہا۔ میں چونکہ کچھ کچھ اس زبان کو سمجھ سکتا تھا اس لیے اس کا مدعا کافی حد تک سمجھ گیا۔

"مجھے اور کیا کرنا ہو گا؟" میں نے ٹوٹی پھوٹی جنگلی زبان میں پوچھا۔

"تمہیں میرے لیے ایک کام کرنا ہوگا مگر میں اس کے بارے میں تمہیں چند دنوں کے بعد ہی بتاؤں گا۔ تب تک تم سورج دیوتا کے اوتار بن کر پیش کرو۔ اور ہاں۔۔۔ جتنی جلدی ہو سکے ہمارے زبان پر عبور حاصل کر لو۔ اس کے بغیر تم کچھ نہیں بن سکو گے۔" بوڑھے ڈوسائی نے ہاتھ ہوا میں بلند کرتے ہوئے کہا اور آخر میں مجھے باہر جانے کا اشارہ کیا۔

میں خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ پھر کچھ دیر ادھر ادھر بھٹکنے کے بعد میں نے اپنا جھونپڑا تلاش کر ہی لیا۔ وہاں دروازے پر دو پہرادار اونگھ رہے تھے۔ مجھے اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ چونک پڑے اور پھر حیرت سے مجھے دیکھنے لگے۔ شاید مجھے ان کے سامنے سے نہیں لے جایا گیا تھا اور وہ حیرت زدہ تھے کہ میں باہر کیسے نکلا جو اب واپس آ رہا ہوں۔ میں ان کو حیرت زدہ چھوڑ کر اندر جھونپڑی میں چلا گیا۔

بستر پر گر کر میں ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔ بوڑھا ڈوسائی
میرے اندازے سے زیادہ طاقتور نکلا اور اس نے نجانے کیسے
میرے روحانی حواس پر قابو حاصل کر کے مجھے اس طرح بے بس و
لاچار اپنی بات ماننے پر مجبور کر دیا۔ یقیناً وہ دھواں ہی اس کی اصل
طاقت تھا ورنہ وہ مجھے اور آیان کو مصنوعی سورج گرہن لگانے میں کبھی
کامیاب نہ ہونے دیتا۔ پھر اچانک مجھے اپنی روحانی قوتوں کی بندش
کا خیال آیا۔ میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر کے روحانی پرواز کی
اور یہ جان کر میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا کہ میری قوتیں بحال ہو
چکی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر آیت کریمہ یاد کرنے کی کوشش کی
تو وہ بھی مجھے ایسے یاد آ گئی جیسے کبھی بھولی ہی نہ تھی۔ یہ سب کچھ
میرے لیے بہت عجیب تھا۔ پتہ نہیں دنیا میں کیسے کیسے جادوئی علوم
بکھرے پڑے تھے۔ بہر حال مجھے یہ سب سیکھنے تھے یا کم از کم اتنا جو

مجھے طالش سرکار کے مقابلے کی سکت دے سکے۔

یہی سب کچھ سوچتے سوچتے مجھے نیند آ گئی اور پھر صبح کو سورج چڑھے

میری آنکھ کھلی۔ میری تواضع پر تکلف ناشتے سے کی گئی۔ اس کے بعد

سردار نے مجھے اپنے ساتھ لے کر سارے قبیلے کا چکر لگایا۔ اسی طرح

وقت گزرتا گیا۔ میں نے پانگ چن کی مدد سے اب بہت حد تک ان

قبیلے والوں کی زبان پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ تاہم اس دوران ڈوسائی

سے کوئی ملاقات نہ ہو سکی۔ اور پھر ایک دن وہ میرے جھونپڑے میں

داخل ہوا۔

"خوب عیش ہو رہے ہیں؟" ڈوسائی نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں" میں نے بھی اکھڑ انداز میں کہا۔

"بہر حال!۔۔۔ میں یہ بتانے آیا تھا کہ کل پھر سورج دیوتا کی عبادت

کا دن ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم میرے بتائے ہوئے طریقہ کار

میں کوئی تبدیلی مت کرو۔" ڈوسائی نے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔

"یعنی وہی عورت کو بے رحمانہ انداز میں قتل کرنے والا طریقہ؟"

میں نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں!۔۔۔میرے پیروں کو خون کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی لیے مجھے یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔" ڈوسائی نے تیز لہجے میں ایک ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "بس تم اپنی زبان بند رکھنا ورنہ۔۔۔"

میں ڈوسائی کی دھمکی اچھی طرح سمجھتا تھا اس لیے کچھ نہ بولا اور پھر وہ تھوڑی دیر بعد واپس چلا گیا۔ وہ دن میرا سب نے بور دن گزرا۔ میرا موڈ سخت آف ہو گیا تھا۔ ٹھیک ہے کہ ڈوسائی کے پاس کچھ تو تیں میری سمجھ سے باہر تھیں مگر اس طرح حکم ماننے کی مجھے بھی عادت نہیں تھی۔

اسی رات میں نے آیان کو بلا کر اس سے مشورہ کیا کہ اس ڈوسائی کے

ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے۔

"آقا!۔۔۔ڈوسائی کے پاس بہت بڑی تعداد میں بیر ہیں۔ یہ بیر اس کی مرضی کے مطابق ہر جائز و ناجائز کام کرتے ہیں۔ چونکہ یہ انسانوں کو نظر نہیں آتے اس لیے وہ ان کو جادو سمجھتے ہیں۔ اس طرح ڈوسائی ان سادہ لوح جنگلیوں پر حکم چلاتا ہے۔ اس برتری کو قائم رکھنے کے لیے اسے یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے اور وہ کرتا رہے گا۔"

آیان نے اپنی سمجھ کے مطابق حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر صبح میں ایک اور عورت کا خون ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"جو آپ بہتر سمجھے۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟" آیان کے لہجے میں واضح خوف کی جھلک تھی۔

"تم اس ڈوسائی سے خوفزدہ ہو؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں!۔۔۔ کیونکہ یہ بیر بہت طاقت ور ہیں۔ چونکہ مجھے ان کا تجربہ ہو چکا ہے اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ عام بیروں سے جو کالا جادو سیکھنے والے عاملوں کے پاس ہوتے، سے ہزار گنا زیادہ طاقتور ہیں اور ہم جنوں سے تو یہ ویسے بھی بہت بڑے دشمن ہوتے ہیں۔ پھر آپ نے خود ہی بتایا تھا کہ اس ڈوسائی نے آپکو بھی اپنے بے بس کر لیا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ اس کے پاس بہت خطرناک قوتیں ہیں۔ ایسی صورت میں اس سے ٹکرانے کی حکمت عملی خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی آپ کی یہاں آمد کا مقصد ان عورتوں کو بچانا نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔" آیان نے صاف لہجے میں جواب دیا۔ مجھے اس کی یہ بات بہت اچھی لگتی تھی۔ وہ صاف بات کرتا تھا چاہے اس کا انجام کچھ بھی ہو۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں تو اس کوشش میں ہوں کہ کسی طرح اس

ڈوسائی سے کچھ سیکھ لوں مگر کیا کروں یہ دل بھی نہیں مانتا ہے۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

آیان کچھ دیر تک مجھے سمجھاتا رہا اور پھر وہ رخصت ہو گیا۔ میں دیر تک یونہی بیٹھا سوچتا رہا۔ حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ میں کسی نہ کسی طرح اپنے آپ پر قابو رکھتا اور ڈوسائی کا دل جیتنے کی کوشش کرتا تاکہ وہ مجھے اپنے علوم سکھائے جبکہ ایک بے قصور عورت کے قتل پر میرا ضمیر مجھے خاموش بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ پچھلی بار تو مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں مگر اس بار تو میں جانتا ہوں اور چاہوں تو سردار کو کہہ کر اسے رکوا بھی سکتا ہوں۔ مگر ڈوسائی ایسا نہیں چاہتا تھا۔

سوچتے سوچتے میرے سر میں درد ہونے لگا اور پھر میں اپنے جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ یہ چاند کی بارھویں رات تھی اس لیے ہر طرف چاندنی کا بسیرا تھا۔ اس چاندنی میں قبیلے کے گرد موجود

درختوں نے بہت ہی مسحور کن منظر باندھ رکھا تھا۔ عموماً میں رات کو جھونپڑے سے باہر نہیں نکلتا تھا اس لیے اس قدرتی حسن سے بے خبر تھا۔ آج اس کا نظارہ کرتے ہوئے مجھے اپنے دماغ میں شگفتگی کا احساس پیدا ہوا۔ اس بے بسی کی گھٹن میں یہ احساس بہت فرحت بخش تھا اس لیے میرے قدم خود بخود ہی آگے بڑھتے گئے اور میں گھنے جنگل کی طرف چل پڑا۔ ایک بہت بڑے برگد کے درخت کے نیچے کافی بڑا سا تالاب بنا ہوا تھا۔ اس میں موجود پانی کے اندر مجھے چاند کا چہرہ بہت بھلا لگ رہا تھا۔ میں اسی برگد کے درخت کے پاس بیٹھ گیا اور پتہ نہیں کتنی دیر یونہی پانی کے اندر چاند کے عکس کو دیکھتا رہا۔ پھر اچانک مجھے وقت کے گزرنے کا احساس ہوا تو میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی واپسی کے لیے قدم اٹھایا ہی تھا کہ ایک آواز نے میرے قدم روک لیے۔

"اے سورج دیوتا کے اوتار!۔۔۔کیا تم میرے کچھ مدد کر سکتے ہو؟"
ایک مدھم مگر قدرے واضح آواز میں کسی نے التجا کی۔
میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا مگر کچھ بھی نظر نہ آیا۔میں نے سوچا کہ شاید میری سماعت کو دھوکہ ہوا ہو گا مگر اس سے پہلے کہ میں آگے بڑھنے کے لیے قدم اٹھاتا،وہی آواز پھر سنائی دی۔
"مہربانی کرکے۔۔۔میری مدد کرو۔" زبان بلاشبہ جنگلی ہی تھی مگر اب میں اس سے کافی حد تک عبور حاصل کر چکا تھا اس لیے میں بغیر کسی غلطی کے اسے سمجھ سکتا تھا۔یقیناً کوئی تھا جو مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا اور میں اسے سن تو رہا تھا مگر دیکھنے سے قاصر تھا۔اس بار میں نے غور سے اس سمت دیکھا جدھر سے آواز آئی تھی مگر کچھ نہ دیکھ پایا۔
پھر اپنے روحانی حواس کو آزمانے کا فیصلہ کرتے ہوئے میں نے آنکھیں بند کیں اور اپنی روحانی خوردبینی آنکھوں سے جنگل کا یہ حصہ

کرنگا لنے لگا۔ بلا آخر وہ مجھے مل گیا۔

وہ ایک تین سے چار انچ کا چھوٹا سا انسان تھا۔ جی ہاں!۔۔۔ بونا۔
۔۔ جو مجھ سے کوئی دس قدم کے فاصلے پر زمین پر ایک درخت کی
چھوٹی سی ٹہنی میں پھنسا ہوا تھا۔ وہ ٹہنی انگلش کے لفظ Y کی شکل کی تھی
اور پتہ نہیں کیسے وہ اس میں اس طرح پھنس گیا تھا کہ باوجود کوشش
کے نکل نہیں پا رہا تھا۔ یہ صرف میری روحانی آنکھ کا کمال تھا کہ میں
اسے دیکھ پایا تھا ورنہ شاید میں کبھی بھی اسے دیکھ نہ پاتا۔
میں نے آنکھیں کھول دیں اور پھر آہستہ آہستہ اس کیطرف چل پڑا۔
بہت غور سے اور قریب سے دیکھنے پر مجھے وہ نظر آ گیا۔
"بہت بہت شکریہ!۔۔۔ مہربانی کر کے مجھے اس مشکل سے نجات
دلائیں۔" اس نے مجھے قریب آتے دیکھا تو پھر التجاء بھرے لہجے
میں کہنے لگا۔

"تم کون ہو اور کس طرح اس ٹہنی میں پھنس گئے؟" میں نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"میرا نام سروکا ہے اور میں اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ ہمارے ایک دشمن قبیلے نے ہمارے قبیلے پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا اور سب مردوں کو مار کر مجھے موت کی سزا سنا کر یہاں چھوڑ گئے۔ ابھی تھوڑی دیر میں کوئی خونخوار جنگلی بلی یا کوئی اور جانور مجھے مار کر کھا جائے گا۔ یہ ایک ایسی سزا ہے کہ میں سوائے بے بسی سے اپنی موت کا انتظار کرنے کے کچھ نہیں کر سکتا۔ میری قسمت شاید اچھی ہے کہ آپ ادھر آ گئے اور میری طرف متوجہ بھی ہو گئے ورنہ انسان تو ہمیں دیکھ ہی نہیں پاتے۔" اس نے جلدی جلدی اپنی کہانی سناتے ہوئے کہا۔ "اب آپ جلدی سے مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا دلائے اس سے پہلے کے کوئی جانور مجھے اپنا نشانہ بنا لے۔"

میں نے آگے بڑھ کر بڑی احتیاط سے اسے اس ٹہنی سے علیحدہ کیا۔
ٹہنی کو جان بوجھ کر ادھا کٹ لگا کر کھولا گیا تھا اور اس کے بیچ و بیچ
اسے پھنسایا گیا تھا۔ یقیناً اپنے وجود کے تناسب سے جتنی بھی طاقت
اس میں تھی وہ اس سے اپنے آپکو آزاد نہیں کروا سکتا تھا۔ جب میں
نے اسے آزاد کر دیا تو مجھے احساس ہوا کہ وہ کچھ زخمی بھی تھا۔ شاید اس
کی پسلیاں دباؤ کا شکار ہو گئی تھیں۔

''تم ٹھیک تو ہو؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''ابھی تو نہیں۔۔۔ مگر کچھ دیر میں چلنے کے قابل ہو جاؤں گا۔'' اس
نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا۔

''تم اسی طرح پڑے رہے تو پھر بھی کوئی نہ کوئی جانور تمہیں اٹھا کر کھا
جائے گا۔ تم میرے ساتھ چلو۔'' میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے
ہوئے کہا۔

# کالا جادو

ایک ایسی داستان جس میں ایک لڑکا پراسرار طاقتیں حاصل کرنے کے چکر میں ایک جادوگر کے چنگل میں پھنس گیا۔ جس نے اسے اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرنا چاہا۔ لیکن اس لڑکے کا ضمیر جاگ اٹھا۔ اپنوں سے برسوں دور رہا۔ مصیبتیں جھیلتا رہا۔

ابھی پڑھیے "اردو رسالہ" پر

"شکریہ!۔۔۔آپ یقیناً ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" بونے نے جس کا
نام سروکا تھا نے جلدی سے کہا اور پھر باوجود تمام تکلیف کے اٹھ کر
میرے ہاتھ کی ہتھیلی پر بیٹھ گیا۔ میں اسے لیے ہوئے کھڑا ہو گیا اور
آہستہ آہستہ اپنے جھونپڑے کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی ہی دیر میں،
میں اپنے جھونپڑے کے سامنے تھا۔ میں نے دانستہ سروکا کو اپنی مٹھی
میں دبا کر اپنا ہاتھ اپنی کمر پر باندھ لیا تا کہ پہرے دار اس کو نہ دیکھ
سکیں۔ اندر داخل ہو کر میں نے سروکا کو ایک موڑھے پر کھڑا کر دیا۔
"تم اب یہاں محفوظ ہو۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔
"اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو کچھ کھانے کو مل سکتا ہے؟" اس نے کسی
قدر جھجکتے ہوئے پوچھا۔
"ضرور" میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ایک ٹوکرے
سے کچھ پھل لا کر اس کے سامنے رکھ دیئے۔ اس نے بامشکل ادھ انچ

کے برابر کیلا کھایا اور موڑھے پر لیٹ گیا۔ میں بغور اسے دیکھے جا رہا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ کھانے سے فارغ ہو گیا ہے تو تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں نے سوال کر دیا۔

"دوست!۔۔۔ کچھ اپنے بارے میں اور بتاؤ۔ تم مجھے کیسے جانتے ہو اور تم جیسے اور کتنے بونے جنگل میں آباد ہیں؟"

"اے دیوتا کے اوتار!۔۔۔ اس جنگل میں ہماری تعداد کوئی سات سو کے لگ بھگ ہے۔ ہم لوگ زیر زمین کھوہوں میں رہتے ہیں اور ہمیشہ انسانوں کی آبادیوں سے دور رہتے ہیں۔ ہماری ساری آبادی چھوٹے چھوٹے بے شمار قبائل میں بٹی ہوئی ہے۔ ہم انسانوں سے دور تو رہتے ہیں مگر ہمارے جاسوس ہمیشہ انسانوں کے قریب رہتے ہیں تاکہ یہ جان سکیں کہ کہیں انہیں ہمارے بارے میں علم تو نہیں ہو گیا۔ ہم جانتے ہیں کہ جس دن انسانوں کو ہمارے بارے میں علم ہوا

تو وہ فوراً ہمیں مارنے کے لیے دوڑ پڑے گے۔ اس لیے ہم نے اپنی حفاظت کے غرض سے جاسوس قریبی آبادیوں پر نظر رکھنے لیے معمور کیے ہوئے ہیں۔ اس لیے میں یہ جانتا ہوں کہ آپ دیوتا کے اوتار ہیں اور اس آبادی میں بستے ہیں۔" سروکا بو نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

"حیرت ہے۔ ہماری دنیا تم لوگوں کے بارے میں لاعلم ہی ہے۔" میں نے بھی حیرت سے کہا۔

"اچھی بات ہی ہے۔ شاید اسی لیے ہم بھی زندہ ہیں۔" پہلی بار سروکا بو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔" میرے پاس اس کے گمان کو غلط ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل نہ تھی۔ "اچھا!۔۔۔ اب تم کہاں جاؤ گے؟ یقیناً اپنے قبیلے کا بدلہ لو گے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں !۔۔۔وہ لوگ بہت طاقت ور ہیں اور میں اکیلا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں کوشش کروں گا کہ شمال کی جانب ایک اور قبیلہ زرطہ ہے جس کا سردار میرا بہت اچھا دوست ہے، اگر میں اس کے پاس پہنچ سکا تو یقیناً اسے اپنی مدد کے لیے آمادہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ پھر وہ یقیناً میرا بدلہ اس قبیلے سے لے سکے گا۔" سروکا نے اپنا منصوبہ بتاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے دشمن قبیلے نے تمہارے قبیلے کو کیوں تباہ کیا اور اس کے تم لوگوں سے کیا دشمنی تھی؟" میں نے سوال کیا

"وہ قبیلہ روطاس کے نام سے جانا جاتا ہے اور بہت ہی جنگجو مشہور ہے۔ ہمارے قبیلے کے ایک گروہ نے ان کے قبیلے کے ایک قافلے کو غلطی سے لوٹ لیا۔ بس وہ طیش میں آ کر ہم پر چڑھ دوڑے۔ چونکہ ہم پر حملہ رات کے وقت ہوا تھا اس لیے ہم تیار نہ تھے اور مات کھا

گئے۔ میرے قبیلے پچاس مرد اور پچاس عورتیں تھیں۔ انہوں نے سارے مردوں کو قتل کر دیا اور عورتوں کو اپنی باندی بنا کر ساتھ لے گئے۔" سروکا نے افسوس سے اس دردناک واقعے کی تفصیل بتائی۔

"ٹھیک ہے دوست!۔۔۔ تم جب تک چاہو یہاں رہو۔ تم مجھے ایک دوست ہی پاؤ گے۔ اگر میں تمہارے کوئی مدد کر سکوں تو بسر و چشم کروں گا۔ ورنہ جہاں تم کہو میں تمہیں چھوڑ آؤں گا۔" میں فراخدلی سے پیش کش کی۔

"آپکا بہت شکریہ!۔۔۔ میں آپ کو زیادہ تنگ نہیں کروں گا اور صبح ہوتے ہی یہاں سے نکل جاؤں گا۔" سروکا نے جواب دیا۔

میں اسے اس کے حال پر چھوڑ کر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ پچھلے ہفتے ہونے والی عورت کی قربانی کا واقعہ بار بار میری آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔ اور مجھے ایسا لگ رہا تھا

کہ وہ عورت مجھ سے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔ جبکہ میں بے بسی کی
تصویر بنا اس کا بے رحمانہ قتل ہوتے دیکھ رہا تھا۔ یہ سب کچھ مجھے بے
چین کرنے کے لیے کافی تھا اور اس بے چینی میں نیند کے آنے کا
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں بہت کوشش کر رہا تھا کہ اپنا دماغ ان
فوائد کی طرف لگاؤ جو مجھے خاموشی سے اس قربانی کی رسم کو ہوتے
ہوئے دیکھ کر ہونے تھے مگر میرا دل میرے بس میں نہیں تھا۔ آخر کار
میں نے اپنے دل کے سامنے ہتھیار پھینکتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ کم از کم
میرے ہوتے ہوئے یہ کھیل دوبارہ نہیں کھیلا جا سکتا۔ ٹھیک ہے کہ
میں یہاں جادوئی علوم سیکھنے کے لیے آیا ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں
کہ میں اپنی آنکھوں کے سامنے مظلوم عورتوں کا خون ہوتے دیکھتا
رہوں۔ ایسی طاقت کا کیا فائدہ جو کسی مظلوم کے کام نہ آ سکے؟
اس فیصلے کے ساتھ مجھے اپنے اندر سکون کا سا احساس ہوا اور پھر اسی

سکون کے احساس نے مجھے گہری نیند سلا دیا۔

اگلی صبح مجھے اٹھانے والا۔۔ سروکا تھا۔ وہ پتہ نہیں کس طرح میرے سینے پر چڑھ آیا تھا۔ اور بالکل میرے سر کے سامنے موجود تھا۔ اس کی آواز سے ہی میری آنکھ کھلی تھی۔

"اے سورج دیوتا کے اوتار!۔۔ میں تیرا بہت شکر گزار ہوں کہ تو نے میری جان بچائی۔ اگر ہو سکا تو کبھی میں بھی اس احسان کا بدلہ چکانے کی کوشش کروں گا۔ فی الحال مجھے اجازت دو تا کہ میں قبیلہ زرطہ جا کر اپنے لوگوں کے ناحق خون کا بدلہ لینے کی کوئی سبیل کروں۔

" سروکا نے مجھ سے جانے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو!۔۔ کچھ کھا پی کر چلے جانا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"نہیں!۔۔ مجھے جلدی جانا ہے تا کہ ان انسانوں کے اٹھنے سے پہلے میں اس آبادی سے نکل جاؤں اور ویسے بھی ہم لوگوں کے لیے

کھانے پینے کی چیزوں کی بھی تنگی نہیں رہی۔ آپ اس کی فکر نہ کریں۔" سروکا نے خوشدلی سے کہا۔ اس کی صحت کافی بہتر لگ رہی تھی۔ شاید رات بھر کے آرام نے کافی حد تک اسے تازہ دم کر دیا تھا۔ میں نے اس کی خوشی میں اسے جانے کی اجازت دے دی اور اسے آہستہ سے پکڑ کر میں نے زمین پر اتار دیا۔ زمین پر پاؤں لگتے ہی وہ بڑی تیزی سے ایک طرف کو بھاگ گیا۔ اس کی پھرتی بلکل جنگلی بلیوں جیسی تھی۔ یقیناً ایک انسانی آنکھ سے اس دیکھ لینا ذرہ مشکل کام تھا۔ اگر کوئی اس کی ایک جھلک دیکھ بھی لیتا ہوگا تو یہ ہی خیال کرتا ہوگا کہ شاید کوئی چوہا یا جنگلی جانور گزرا ہے۔

اس کے جانے کے بعد میں نے اٹھ کر باہر کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ ابھی صبح کی روشنی اچھی طرح نہیں پھیلی تھی۔ میں نے لیٹ کر پھر سونے کی کوشش کی مگر نہ سو سکا۔ اسی اثناء میں مجھے اپنا رات والا فیصلہ یاد آ

گیا اور پھر میں اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ ڈوسائی یقیناً بہت طاقتور تھا مگر یقیناً اس کی بھی کچھ کمزوریاں ہونگی۔ اگر میں اس کی کمزوریاں پکڑ لوں تو وہ اس طرح آسانی سے مجھ پر قابو نہ پا سکے گا۔ ایسا سوچتے ہی مجھے یاد آیا کہ سورج کو نقلی گرہن لگاتے وقت وہ مجھے نہیں روک سکا تھا۔ بظاہر اس کی طاقت وہ بیری ہی تھے جو بقول آیان کے بہت طاقتور تھے۔ مگر میری ارتکاز کی قوت نے انہیں پرے دھکیل کر آیان کو آزاد کروا لیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ میں اپنے ارتکاز کی قوت سے ان کا مقابلہ کر سکتا تھا اور شاید ان کو جلا بھی سکتا تھا۔ مگر پھر اچانک مجھے اس رات کا واقعہ یاد آیا جب ڈوسائی نے مجھے باندھ کر بے بس کر لیا تھا۔ ڈوسائی اس دھوئیں سے مجھے بے بس کر سکتا تھا۔ ظاہری سی بات ہے کہ اگر میں اپنے قوتیں کھو دوں تو پھر وہ جو چاہے کر سکتا تھا۔ تو اس مسئلہ اس کے بیروں کا نہیں

بلکہ اس دھویں کا تھا بلکہ اس دھویں کو پیدا کرنے والے سفوف کا تھا جو
اس تھیلے میں بند تھا جسے ڈوسائی نے اس وقت آگ کے پاس رکھا ہوا
تھا۔ یہ سب سوچ کر میں نے اس سفوف کو تلاش کرنے کی ٹھانی۔
اپنے روحانی پرواز کے ذریعے میں ڈوسائی کے جھونپڑے کے پاس
پہنچ گیا۔ چونکہ وہ میری روحانی پرواز سے آشنا نہ تھا اس لیے میں بے
دھڑک اس کی جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ ڈوسائی ابھی تک سو رہا تھا۔
میں نے اس کے جھونپڑے کی تلاشی لینا شروع کی اور آخرکار مجھے وہ
تھیلا مل ہی گیا۔ میں نے ارتکاز کی قوت سے اسے کھولا اور اس کے
اندر موجود کالے رنگ سفوف کا معائنہ کیا۔ بظاہر تو وہ ریت سے مشابہ
تھا مگر مجھے اس کی حقیقت کا اندازہ تھا۔ میں نے اس سفوف والے
تھیلے کو اس کی جھونپڑی سے نکال کر دور پہاڑوں میں لے جا کر گرا
دیا۔ پھر جیسے ہی، میں واپس اس کی جھونپڑی پہنچا۔ میں نے اس کے

بیروں کو دیکھا۔ تقریباً درجن بھر کے قریب بیرے ڈوسائی کی چارپائی کے پاس کھڑے تھے۔ ان کا قد بمشکل دو سے تین فٹ تھا۔ ان کی جسامت کسی حد تک بندروں جیسی تھی مگر شکل بہت ہی مکروہ اور اس پر باہر کو نکلے ہوئے دانت ان کے چہرے کو اور بھی زیادہ ہیبت ناک بنا رہے تھے۔ ابھی میں ان کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ ان میں سے ایک نے ڈوسائی کو زور سے ہلا کر جگا دیا۔

"اوہ۔۔۔ تم!۔۔ کیا بات ہے؟" ڈوسائی نے چونک کر بیروں کی طرف دیکھتے ہوئے چلا کر کہا۔

"بھوک۔۔ بھوک۔۔۔ بھوک" جواب میں وہ اکٹھے ہو کر چلانے لگے۔

"اچھا۔۔۔ اچھا!۔۔۔ صبر کرو۔۔ آج تمہیں اگلہ شکار مل جائے گا۔ تم بھول گئے کہ آج قربانی کا دن ہے۔ میں ابھی اس کا انتظام کرتا

ہوں۔" ڈوسائی نے ان کو تسلی دی اور پھر ایک طرف کو بڑھتے ہوئے غسل خانے کی طرف چل پڑا۔ میں نے اس کے جانے کے فوراً بعد ہی ایک تجربہ کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک بیرے کو اپنی ارتکاز کی بھرپور طاقت سے اٹھا کر جھونپڑے سے باہر لے آیا۔ میں نے نوٹ کیا کہ باقی بیروں نے اس بات کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا۔ باہر لا کر میں اس بیرے کو کچھ دور لے گیا اور پھر ارتکاز کی قوت سے اسے جلانے لگا۔ اس بیرے کے جسم میں آگ لگ گئی اور اس کی خلق سے دردناک چیخیں نکلنے لگیں۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ راکھ کا ڈھیر بنا ہوا میرے سامنے تھا۔ اس کا یہ حشر دیکھ کر مجھے اپنے اندر اپنی خود اعتمادی واپس لوٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں ایسے ہی ان سے ڈر گیا تھا۔ یہ تو میرے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھے۔ میں پھر واپس جھونپڑے میں آ گیا۔ باقی بیرے ویسے کے ویسے کھڑے تھے۔ تھوڑی دیر میں ڈوسائی

باہر آ گیا۔ اس نے اپنا مخصوص پجاریوں والا لباس پہنا ہوا تھا اور گلے میں مالا بھی لٹکائی ہوئی تھی۔ پھر وہ جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ وہ سیدھا اس میدان میں پہنچا جہاں پر قربانی ہونا تھا۔ پھر ایک خاص جگہ کا تعین کر کے اس نے ان بیروں کو زمین پر ایک خاص حصے کی طرف متوجہ کیا۔ وہ بیر بہت تیزی سے وہاں اکٹھے ہو گئے۔ پھر وہ ان کو وہیں چھوڑ کر سردار کی جھونپڑی کی طرف چل دیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے میں وہاں پر تمام قبیلے والے جمع تھے۔ پجاری کا سرخ بالوں والا چیلا کہیں سے ایک عورت بھی لے آیا تھا۔ وہ عورت شکل سے ہی بہت ڈری ڈری لگ رہی تھی۔ اسے دو جنگلیوں نے باندھ کر اپنے قابو میں کیا ہوا تھا۔ پھر سردار نے ایک جنگلی کو مجھے لانے کے لیے بھیجا۔ میں فوراً اپنے روحانی پرواز ترک کر کے اپنی جسمانی جگہ حاضر ہوا اور باہر جانے کی تیاری کرنے لگا۔ پھر جیسے ہی وہ جنگلی

وہاں پہنچا میں اس کے ساتھ اسی میدان کی طرف چل دیا۔

"آج عبادت جلدی کرنے کا پروگرام ہے؟" میں نے وہاں پہنچتے ہی سردار سے سوال کیا۔ میرے اس سوال پر وہ گڑبڑا گیا۔ پجاری نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے فوراً ہی مداخلت کی۔

"اے دیوتا کے اوتار! ۔ ۔ انہیں میں نے آج جلدی کرنے کو کہا تھا۔ آپ تو جانتے ہیں کہ عبادت جتنی جلدی ہو جائے اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔" پجاری نے اپنی ایک آنکھ کو تھوڑا سا دباتے ہوئے کہا۔

"اس عورت کو میرے سامنے پیش کیا جائے" میں نے پجاری ڈوسائی کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ فوراً ہی جنگلی اس عورت کو لے کر میرے سامنے پیش ہو گئے۔ میں نے اس عورت سے پوچھا کہ وہ ان کے ہاتھ کیسے لگی۔ اس عورت نے مختصراً بتایا کہ پچھلی رات سرخ بالوں والا اسے گھر سے اٹھا لایا تھا۔ رات بھر زیادتی

کرنے کے بعد اب وہ اس کی قربانی دینا چاہتا ہے۔ یہ سب سن کر میں نے قہر آلود نظروں سے سرخ بالوں والے کو دیکھا جو میرے گھورنے سے ہی لرزنے لگا تھا۔

”تم ان عورتوں پر بہت ظلم کرتے ہو اور سورج دیوتا کو یہ بالکل پسند نہیں ہے۔“ میں نے گونج دار آواز میں کہا۔ ”آج سے کسی عورت کی قربانی نہیں کی جائے گی۔ اور اس عورت کے ساتھ زبردستی کرنے کے جرم میں، اس سرخ بالوں والے کو سزائے موت سنائی جاتی ہے۔“

میرے اس اعلان پر ڈوسائی بری طرح اچھل پڑا۔

”مگر اوتار!۔۔۔ یہ ضروری ہے۔“ ڈوسائی نے سخت لہجے میں کہا۔

”خبردار!۔۔۔ اپنی آواز نیچی رکھو ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے۔“ میں نے کڑک دار لہجے میں کہا اور پجاری تیز نظروں سے مجھے گھورنے لگا۔

"سردار!۔۔۔اس سرخ بالوں والے کو یہیں سب کے سامنے موت کے گھاٹ اتارا جائے۔" میں نے سردار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اور اس نے چلاتے ہوئے جنگلیوں کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔ مگر اچانک پجاری نے چیخ کر انہیں روک دیا اور دو قدم آگے بڑھ کر میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"تم اپنی اوقات سے آگے بڑھ رہے ہو۔ اب تمہارا پول کھولنا ضروری ہو گیا ہے۔" پھر اس نے جنگلیوں کی طرف منہ کر کے کہا۔

"اے قبیلے والو!۔۔۔ یہ شخص دھوکے باز ہے اور یہاں جادوئی علوم سیکھنے آیا ہے۔ یہ دیوتا کا اوتار نہیں ہے اور محض تم لوگوں کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ میں ابھی اسے ٹھکانے لگاتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے میرے طرف منہ کیا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ اگلے ہی لمحے مجھے اپنے اردگرد غیر مرئی آوازیں سنائی

دیں۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے اپنے بیر مجھ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجے ہیں۔ میں نے فورا انکھیں بند کر کے اپنی روحانی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔ وہ تعداد میں چھ تھے۔ میں نے فورا اپنی ارتکاز کی توجہ سے ان سب کو بیک وقت جلانا شروع کر دیا۔ ان کے حلق سے نکلنے والی چیخیں صرف ڈوسائی ہی سن سکتا تھا۔ اور وہ سرتاپا حیرت زدہ کھڑا تھا۔ ان کو جلانے کے بعد میں نے آنکھیں کھول دیں۔

"اے پجاری!۔۔۔ سورج دیوتا کی شان میں گستاخی کر کے تم نے اپنی موت کو آواز دی ہے۔ اب تم سے جو ہو سکتا ہے کر لے۔ میں سورج دیوتا کی مدد سے تجھے تیرے انجام تک پہنچاؤں گا۔" میں نے کڑک دار لہجے میں کہا۔ میری آواز سن کر وہ ایک دم سے چونک پڑا اور پھر اس نے اپنا دوسرا حملہ کیا۔ اس بار آگ نے مجھے گھیر لیا مگر میں اسے پہلے بھی ناکام بنا چکا تھا اس لیے آیت کریمہ پڑھ کر میں نے

جلدی سے اس پر قابو حاصل کیا اور پھر بغیر کوئی وقت ضائع کیے۔
ڈوسائی کو اپنی ارتکاز کی توجہ سے جلانے لگا۔
آگ نے جب ڈوسائی کے جسم کو جلسایا تو وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں اس کا جسم راکھ کی شکل میں میرے سامنے تھا۔ اور پھر اچانک ہر طرف غیر مرئی آوازیں آنے لگیں۔ اس کے ساتھ ہی جنگلیوں کے چیخنے کے آوازیں بھی شامل ہو گئیں۔ میں نے غور سے دیکھا تو حیران رہ گیا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کسی نادیدہ فوج نے سارے قبیلے والوں پر ہلا بول دیا ہو۔ میں نے فوراً آنکھیں بند کر کے روحانی آنکھ کھولی تو ایک حیران کن منظر میرے سامنے تھا۔
سارے قبیلے پر ہزاروں کی تعداد میں بیروں نے حملہ کر دیا تھا۔
میرے دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے جنگلی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔
ان کو مرتا دیکھ کر باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں نے آخری کوشش

کے طور پر کچھ بیروں کو اپنی ارتکاز کی قوت سے جلایا مگر باقی ٹس سے مس نہ ہوئے اور اس جنگ میں بہت سے جنگلی مارے گئے اور باقی کہیں بھاگ گئے۔ اس کے ساتھ ہی تمام کے تمام بیروں نے میرے جسم کی طرف رخ کیا جواب اکیلا اس میدان میں کھڑا تھا۔ میرے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ میں ایک ہی وقت میں ان ہزاروں بیروں کو جلا دیتا اس لیے مجھے اپنے جسم کو بچانے کو اولین ترجیح دینا پڑی۔ میں نے فوراً اپنے ارتکاز توجہ سے اپنے جسم کو اٹھایا اور پرواز کرتے ہوئے وہاں سے دور لیجانے لگا۔ مگر مجھے احساس ہو گیا کہ تمام بیر میرے پیچھے ہی لگے ہوئے تھے۔ یہ ایک عجیب مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔ میں اپنے جسم کو لیے آگے آگے پرواز کر رہا تھا جبکہ میرے پیچھے ہزاروں بیر میری ہی طرح پرواز کرتے ہوئے پیچھا کر رہے تھے۔ میرا دماغ تیزی سے اس کا حل سوچ رہا تھا مگر کوئی واضح حل نظر نہیں آ رہا

تھا۔ ان بیروں کی رفتار میری رفتار سے کسی طور بھی کم نہ تھی۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں زیادہ دیر تک یونہی بھاگ نہیں سکتا۔ اچانک میں نے ایک جزیرہ دیکھا جو مکمل طور پر درختوں کے جھنڈوں سے ڈھکا ہوا تھا تاہم اس کے بیچ و بیچ ایک جھونپڑی موجود تھی جس کے گرد کچھ فاصلے تک درختوں کو کاٹ کر کھلا میدان بنایا گیا تھا۔ مجھے اس میدان کو دیکھ کر ایک ترکیب سوجھی۔ اگر میں اس میدان میں اتر جاؤں اور پھر ان درختوں میں آگ لگا دوں تو یقیناً یہ ہزاروں کی تعداد میں بیر اس چھوٹے سے میدان میں نہ سما سکیں گے اور یقیناً جل جائے گے۔ اس ترکیب کے آتے ہی میں نے تیزی سے اپنے جسم کو اس جھونپڑی کے سامنے اتارا اور فوراً ارتکاز توجہ سے درختوں کو آگ لگانے لگا۔ بہت سے بیر میرے قریب اتر گئے تھے مگر باقی ابھی بھی ہوا میں تھے اور اس آگ کا شکار ہو رہے تھے۔ مگر وہ بیر جو میرے

قریب اترے تھے انہوں نے میرے جسم پر حملہ کر دیا۔ تکلیف کے احساس سے میری روحانی پرواز ختم ہو گئی۔ میں نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔ مگر اب مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور بس یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی نادیدہ قوت میرے پر حملہ کر رہی تھی اور میرا جسم تیزی سے لہولہان ہو رہا تھا۔ میں ان کو دھکیلنے کے لیے لاشعوری طور پر ہاتھ پاؤں ہلا رہا تھا کہ اچانک مجھے آیت کریمہ کا خیال آیا۔ مجھے ہمیشہ کلام پاک نے ہی ایسی مشکلات سے نکالا تھا۔ پھر مزید وقت ضائع کیے بغیر میں نے آیت کریمہ کا ورد کرنا شروع کر دیا۔ مگر یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ ان بیروں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اب میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں ایک ننگ دھڑنگ مگر ہٹا کٹا آدمی جھونپڑی سے نکلا۔ اس کی شکل پر سخت غصے کے آثار تھے۔ اس نے کچھ پڑھ کر ادھر ادھر پھونکا اور درختوں کو لگی آگ تیزی بجھنے لگی۔ جیسے جیسے آگ بجھ

رہی تھی۔۔۔اتنے ہی زیادہ بیر اس میدان میں آ کھٹے ہو رہے تھے
اور مجھے اپنے جسم پر کٹنے کی تکلیف تیزی سے بڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔
تکلیف اب اتنی زیادہ ہو چکی تھی کہ اب میری برداشت نے جواب
دے دیا۔میرے حلق سے نکلنے والی چیخوں نے درختوں پر بیٹھے
پرندے بھی اڑا دیے۔پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔
میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو ایک چارپائی پر پایا۔یہ چارپائی
درختوں کی شاخوں اور پتوں سے بنی ہوئی تھی اور بہت بری طرح سے
چبھ رہی تھی۔مگر جب میں نے غور سے دیکھا تو احساس ہوا کہ یہ چبھن
اس چارپائی کی نہیں بالکل میرے جسم پر لگے ہزاروں زخموں سے
اٹھنے والی ٹیسوں کی وجہ سے تھی۔میرے جسم کے گرد کپڑے بس نام
کے ہی تھے۔لاشعوری طور پر میں نے اپنے بازو پر بندھے تعویز کو
دیکھا تو سکھ کا ایک سانس لیا کیونکہ وہ وہیں پر موجود تھا۔اس کا مطلب

تھا میں ابھی تک طالش سرکار کی نظروں سے اوجھل ہی تھا۔ یہ سوچ کر مجھے کچھ تسلی ہوئی۔ پھر گزرا ہوا وقت میری آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی طرح گھوم گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں تیروں نے میرے جسم پر ہلا بولا تھا۔ ایسی صورتحال میں میرا زندہ بچ جانا حیرت انگیز تھا۔ ابھی میں بیٹھا ان حالات پر غور ہی کر رہا تھا کہ میں نے اسی عجیب سے ڈھنگ آدمی کو سامنے سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ کسی طرح اس آدمی نے میری جان بچائی ہے۔ اس سوچ کے ساتھ ہی میرے اندر اس کے لیے احترام اور تشکر کے جذبات امڈ آئے۔

میرے قریب آکر اس آدمی نے کسی اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ اس کا لہجہ تیز تھا مگر بات میرے سمجھ میں نہ آئی۔ یقیناً وہ کسی بات پر ناراض تھا۔ شاید اس بات پر کہ میں نے ان درختوں میں آگ لگائی تھی۔

میں نے کچھ سوچ کر جنگلی زبان جو میں نے اس چائنیز سے سیکھی تھی،

اس سے معذرت کی۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر بولا۔

"تم کون سے قبیلے سے ہو؟" اس بار اس نے اسی جنگلی زبان میں

سوال کیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ اس زبان کو بھی جانتا تھا۔

"جی ہاں!" میں اپنے اندر کی خوشی چھپائے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم کب سے ان بیروں کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کر رہے

تھے؟" اس نے اگلا سوال کیا اور اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا

۔۔۔ وہ خود ہی بول پڑا "مگر یہ بات ذہن میں رکھو کہ اب میں ان کا

مالک ہوں اور وہ میرے غلام ہیں۔" ایسا کہتے ہوئے اس کے لہجے

میں غضب کا غرور تھا۔

"دراصل میں ان بیروں کو اپنا غلام نہیں بنانا چاہتا تھا بلکہ انہوں نے

مجھ پر حملہ کیا تھا۔ میں نے ایک لڑائی میں ان کے مالک کو مار دیا تھا۔

شاید اس لیے انہوں نے مجھ پر حملہ کر دیا۔" میں نے جلدی سے اس

کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے کہا۔ میرے جواب سے وہ چونک پڑا۔

"تم مجھے اپنی کہانی ذرا تفصیل سے بتاؤ۔" اس نے حکمیہ لہجہ میں کہا۔

مجھے اس کا لہجہ کافی ناگوار لگا مگر یہ یاد کر کے میں اسے پی گیا کہ اس نے میری جان بچائی تھی۔ پھر میں نے مختصراً اپنی کہانی سنائی جس میں نقلی دیوتا کا اوتار بننا اور پھر ڈوسائی کے ساتھ لڑائی بھی شامل تھی۔ میرے کہانی سننے کے بعد وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"تو۔۔ تم جادوئی طاقتیں حاصل کرنا چاہتے ہو۔۔۔ مگر جس طرح تم نے ڈوسائی پجاری کو قتل کیا ہے اس سے لگتا ہے کہ تم بھی جادوئی طاقتیں رکھتے ہو۔" پھر کچھ دیر مزید سوچنے کے بعد وہ دوبارہ بولا۔

"میں بھی اسی راہ کا مسافر ہوں۔ دس سال سے اس جزیرے پہ ہوں اور مختلف عملوں کے ذریعے اپنی طاقت بڑھا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے اپنی قوتوں کا راز بتا دو تو میں بھی تمہیں بہت سارے عمل بتا سکتا ہوں۔ اس

سے تمہارے قوت میں بہت اضافہ ہو جائے گا۔" اس بار اس کے لہجے میں عیاری نمایاں تھی۔

"تم سچ کہتے ہو۔ میرے پاس بھی قوتیں ہیں۔ مگر میں اس بات پر کیسے یقین کر لوں کہ تم مجھے کچھ سکھاؤ گے۔ اور یہ بھی کہ تمہارے پاس واقعی کچھ ایسے قوتیں ہیں جن سے مجھے فائدہ ہو سکتا ہے؟" میں نے کچھ سوچ کر ایک چال چلتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔۔۔ تم مجھ پر شک کرتے ہو۔۔۔ سیدھا پر شک۔" اس بار اس نے بڑے غصے سے کہا۔ وہ یقیناً غصے کا تیز تھا۔

"نہیں۔۔۔ مگر کیا تم مجھے اپنی قوتوں کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟ تاکہ مجھے اندازہ ہو سکے کہ اگر میں تمہیں اپنی قوت کا راز بتا دوں تو بدلے میں مجھے کیا ملے گا۔" میں نے صورتحال بدلتی دیکھ کر جلدی سے وضاحت کی۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔۔تمہارے اندازے کے لیے میں صرف یہ بتا دیتا ہوں کہ میرے پاس پانچ لاکھ بیر ہیں۔ جو میرے اشارے پر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔اس کے علاوہ مجھے آزاد بیروں کو قابو کرنے کا عمل بھی آتا ہے جس کی مدد سے میں نے تم پر حملہ آور بیروں کو قابو میں کیا تھا۔ میں ایسے بہت سے عملیات جانتا ہوں جس سے کسی بھی انسان کو آگ میں جلایا جا سکتا ہے یا پھر مختلف طریقوں سے اذیتیں دے دے کر قتل کیا جا سکتا ہے۔" وہ آدمی جس نے اپنا نام سیڈھا بولا تھا نے بڑے فخریہ انداز میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بس یہ ہی۔۔۔" میں نے جان بوجھ کر اس کو غصہ دلایا۔ میں جانتا تھا کہ وہ غصے کا تیز ہے اس لیے یقیناً بڑھ کر بولے گا اگر وہ کچھ اور جانتا ہوا تو۔ میرا تیر نشانے پر لگا۔ اس کا چہرہ غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔ پھر وہ غضبناک لہجے میں بولا۔

"کیا تمہاری تسلی کے لیے اتنا کافی نہیں ہے کہ میں افریقہ کے سب سے بڑے پروہت جوالا کا چیلہ ہوں؟"

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ یہی تو وہ نام تھا جس کی تلاش میں میں یہاں پر آیا تھا۔ تو یہ اس جوالا پروہت کا چیلہ تھا جس سے مجھے وہ سب کچھ سیکھنا تھا جس سے میں طالش سرکار کا مقابلہ کر سکوں۔

"بس بس۔۔۔ اتنا کافی ہے مگر تم جوالا پروہت کے چیلے ہو تو پھر یہاں اس جزیرے میں دس سال سے کیا کر رہے ہو۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

اب چونکنے کی باری اس کی تھی۔

"میں تم کو کیوں بتاؤں۔۔۔ اب تم بتاؤ۔۔۔ تمہارے پاس وہ کونسی طاقت ہے جو تم مجھے سکھا سکتے ہو۔" سیڈھا نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ شاید اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ غصے میں وہ کچھ زیادہ ہی بول گیا۔

"میرے پاس ایسی قوت ہے کہ میں بڑے سے بڑے پتھر کو بڑی آسانی سے بغیر ہاتھ ہلائے اٹھا سکتا ہوں۔ اور میں پلک جھپکنے میں ساری دنیا کا چکر بھی لگا سکتا ہوں۔" میں نے اس پر رعب ڈالتے ہوئے کہا۔

"پتھر اٹھانے والے طاقت تو کچھ خاص نہیں ہے۔ میرے بیر آسانی سے یہ کام کر سکتے ہیں۔ مگر یہ جو بات تم نے دنیا کا چکر لگانے کی کہی ہے۔ مجھے اس کے بارے میں اور بتاؤ میں یہ سب کیسے سیکھ سکتا ہوں۔" سیڈھا نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"میں ضرور سکھاؤں گا۔ مگر تم دیکھ رہے ہو کہ میں کافی زخمی ہوں۔ کیا تم میرے صحت یاب ہونے تک انتظار نہیں کر سکتے؟" میں نے اس سے وقت لینے کی غرض سے کہا۔

"ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔ اور تب تک تم میرے مہمان ہو۔" سیڈھا

نے جلدی سے کہا۔اس کے لہجے میں خوشی نمایاں تھی۔

''میں تمہارے لیے سولکھی لے کر آتا ہوں۔اس سے تم جلدی ٹھیک ہو جاؤ گے۔'' سیڈھا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے ایک سمت بڑھ گیا۔اس کے جاتے ہی میں نے اردگرد کا جائزہ لیا۔وہ شاید جھونپڑی کی اندرونی حصہ تھا۔میری چارپائی کے اردگرد گھاس پوس کی کثرت تھی۔چھت بامشکل آٹھ فٹ کے فاصلے پر تھی اور دیوار کے قریب دو چراغ روشن تھے جن کی روشنی سے پوری جھونپڑی روشن تھی۔اردگرد کے جائزے کے بعد میں اس سیڈھا نامی شخص کے ذریعے پروہت جوالا تک پہنچنے کا ترکیب سوچنے لگا۔

سیڈھا نے خاص توجہ سے میرا علاج کیا اور میں چند دنوں میں ہی اچھا بھلا ہو گیا۔اس دوران میرا قیام اسی جھونپڑی تک ہی محدود رہا تھا۔سیڈھا بہت عجیب سا انسان تھا۔ہر وقت کسی نہ کسی عمل میں

مصروف رہتا تھا یا پھر جنگل میں گھومنے نکل جاتا تھا ایک دوبار میں نے اپنی روحانی پرواز سے اس کا پیچھا بھی کیا مگر وہ بس ویسے ہی جنگل میں گھوم پھر کر واپس چلا آتا تھا۔ اس نے کبھی مجھ سے زیادہ بات نہیں کی تھی بس صرف اتنی جس کی ضرورت ہو۔ جب اس کو احساس ہوا کہ میں اب بہت بہتر حالت میں آ گیا ہوں تو اس نے اصرار شروع کر دیا کہ میں اسے روحانی پرواز کا عمل سکھاؤں۔ چونکہ جھوٹ بولنا مجھے اچھا نہیں لگتا تھا اس لیے میں نے وہ سارا عمل اسے بتا دیا جو مجھے میرے دادا نے سکھایا تھا۔ تاہم اس کی تفصیل سنتے ہی وہ کچھ پریشان لگ رہا تھا۔ مگر اس نے ارتکاز توجہ کی مدد سے بہت چھوٹے پتھر کو ہلانے کے عمل کی پریکٹس شروع کر دی۔ جواب میں، اس نے مجھے وہ عمل بتایا جس سے کسی بھی بیر کو اپنی مرضی کا کام کرنے کے لیے آمادہ کیا جا سکتا تھا۔ دراصل یہ کوئی عمل نہیں تھا بلکہ ان بیروں کی نفسیات

سے واقفیت تھی۔ وہ مجھے اپنے ایک بیر کے ساتھ کچھ وقت کے لیے اکیلا چھوڑ دیتا تھا اور چاہتا تھا کہ میں اس سے اپنی مرضی کا کام لوں۔ شروع شروع میں تو مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا مگر پھر آہستہ آہستہ میں اسے سمجھنے لگا۔ اس میں بیروں کو لالچ اور ڈر دونوں دے کر اپنا کام نکالنا ہوا تھا۔ اس دوران مجھے علم ہوا کہ بیر بھی عام جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کو بھی بھوک لگتی ہے اور مختلف بیر مختلف قسم کی چیزیں خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جیسے ڈوسائی کے بیر انسانی گوشت اور خون کھاتے تھے۔ کچھ بیر گھاس پوس اور جڑی بوٹیاں بھی کھاتے ہیں۔ گوشت کھانے والے بیر گھاس پوس کھانے والے بیروں سے حد درجہ زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں۔ ان سے کام نکالنے کے لیے اپنے ذہن کا استعمال کرنا پڑتا ہے یا پھر ان کو اپنی غلامی میں لے لیا جاتا ہے۔ اگر ایک بیر آپ کی غلامی میں آجائے تو پھر آپ کو

اس کے خوراک کا مکمل طور پر خیال رکھنا ہوتا ہے۔ کسی بھی بیر کو غلامی میں لانے کے لیے مختلف عمل کرنے پڑتے ہیں جن کے بارے میں مجھے سیڈھا نے بعد میں بتانے کا کہا اور فی الحال کسی ایک بیر سے اپنی مرضی کا کام لینے کے عمل کی پریکٹس کرنے کو کہا۔ اس عمل میں مہارت کے لیے یقیناً بہت پریکٹس کی ضرورت تھی اور میں اس میں مصروف ہو گیا۔

ایک دن جب سیڈھا رات کا کھانا میرے ساتھ کھا رہا تھا کہ میں نے ایسے ہی ایک سوال کر دیا۔

"سیڈھا!۔۔۔تم یہ علوم کیوں سیکھنا چاہتے ہو؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر کچھ سوچ کر بولا۔

"طاقت کس کو بری لگتی ہے؟ اور تم؟" اس نے الٹا مجھ سے یہی سوال کر دیا۔

"مجھے کسی سے بدلہ لینا ہے۔ وہ میرا دشمن ہو گیا ہے۔ یا تو وہ مجھے مار دے گا یا پھر مجھے طاقت ور بن کر اسے مارنا ہے۔ بس اسی لیے میں در بدر طاقت حاصل کرنے لیے بھاگ دوڑ کر رہا ہوں۔ مگر تمہارا معاملہ عجیب ہے۔ ایسے شوق کا کیا فائدہ کہ جس کے اظہار کا موقع ہی نہ ملے۔ میرا مطلب ہے کہ جیسے تم دس سال سے یہیں پر ہو اور پتہ نہیں کب تک یہاں پر رہو گے۔ باہر کی دنیا تو شاید تمہارے بارے میں کچھ جان ہی نہ پائے گی۔" میں نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے پھر اس سے سوال کر دیا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ کوئی بہت بڑی طاقت بن کر ہی یہاں سے جاؤں۔" سیڈھا نے مختصر سا جواب دیا۔

"تم نے عمل کہاں سے سیکھتے ہو؟ اور تم نے بتایا تھا کہ تم جوالا پروہت کے چیلے ہو۔ اگر ان کے چیلے ہو تو ان کے پاس کیوں نہیں جاتے

تاکہ وہ تم کو زیادہ سے زیادہ طاقت حاصل کرنے میں مدد کر سکیں۔"
میں نے پھر اپنے سوال کی وضاحت کی اور اس ٹاپک پر آ گیا جس کو شروع کرنا ہی میرا مقصود کلام تھا۔
"ان کے چیلے کے لیے ان کے پاس جانا ضروری نہیں ہوتا۔ وہ جہاں پر بھی ہوں اپنے چیلوں کی راہنمائی کر سکتے ہیں۔ میری بھی وہ وقتاً فوقتاً راہنمائی کرتے رہتے ہیں۔ دراصل میں ایک ایسے عمل کے پیچھے ہوں جس کے لیے بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔ میں نے بڑی خدمت کر کے پروہت جی سے اس عمل کی تفصیل تو معلوم کر لی ہے مگر ابھی تک اس میں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کر پایا ہوں۔" سیڈھا نے اس بار کچھ تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ مگر اس کے لہجے میں مایوسی کا عنصر نمایاں تھا۔
"اگر تم مجھے اس عمل کے بارے میں کچھ بتاؤ تو شاید میں کچھ مدد

کرسکوں۔" میں نے جلدی سے آفر کی۔

"تم" اس نے حقارت سے کہا۔ "تم ابھی بہت پیچھے ہو۔ بس اسی عمل پر توجہ دو جو میں نے بتایا ہے۔ ویسے بھی تمہارے بتائے ہوئے عمل سے بھی مجھے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو رہا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ تم نے ٹالنے کے لیے مجھے ایسا مشکل عمل بتایا ہے۔"

"نہیں ایسا نہیں ہے۔" میں نے جلدی سے وضاحت کی۔ "اس عمل میں واقعی بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔ میں نے بھی سالوں کی ریاضت سے اس پر عبور حاصل کیا ہے۔"

"اچھا۔ اچھا۔۔۔ ٹھیک ہے۔ اب مجھے چلنا ہے۔" حسب معمول کھانے سے فارغ ہوتے ہی وہ اٹھ کر ایک طرف کو چل دیا۔

اس دن میں نے سوچا کہ مجھے جوالا پروہت تک پہنچنے کے لیے کوئی اور ترکیب سوچنا ہوگی۔ یہ سیڈھا شاید میرے کچھ مدد نہ کر سکے۔ مگر اس

دوسری ترکیب کے بارے میں سوچتے سوچتے میرے دماغ کی چولیں ہلنے لگیں۔ آخر تھک کر میں نے اس پر سوچنا ہی چھوڑ دیا۔

اس بات چیت کے دوسرے روز چند جنگلی سیڈھا سے ملنے آئے۔ اس نے ان سے ملاقات اپنے جھونپڑے میں کی۔ ویسے تو اس نے مجھے اندر آنے سے منع کیا تھا مگر میں روحانی پرواز سے ان کے درمیان پہنچ گیا۔ وہ سب سیڈھا کے دوست تھے اور اسے ایک خاص خبر دینے آئے تھے۔ اور وہ خبر تھی کہ منحوس جوشو واپس آ گیا ہے۔ اس خبر کو سن کر سیڈھا بہت پریشان ہو گیا تھا پھر وہ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد چلے گئے۔ مگر سیڈھا مسلسل پریشان ہی تھا۔ میں نے روحانی پرواز ختم کی اور اس سے مزید معلومات کے لیے اس کے پاس چلا آیا۔

"خیریت تو ہے سیڈھا!۔۔۔ تم بہت پریشان دکھائی دے رہے ہو؟"

میں نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں کوئی خاص بات نہیں۔۔۔میں بس۔۔ٹھیک ہوں" اس نے اسی طرح پریشان لہجے میں جواب دیا۔

"دیکھوں سیٹھا!۔۔۔میں نے تو تمہیں اپنا دوست مان لیا ہے۔تم بھی اگر مناسب سمجھو تو مجھے اپنے دوست کا درجہ دے دو۔میں شاید تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا مگر دکھ اور پریشانی بانٹنے سے ہمیشہ کم ہوتی ہیں۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تم شاید ٹھیک ہی کہتے ہو۔" اس نے تھکے تھکے سے لہجے میں کہا۔" میں بھی اب اس بوجھ کو اٹھا کر تھک گیا ہوں۔شاید تم ہی اس کا کوئی حل تلاش کرنے میں میری مدد کر سکو۔کبھی کبھی چونٹیاں بھی ہاتھی کو مار گراتی ہیں۔"

مجھے اس کی مثال قطعی طور پر پسند نہیں آئی مگر میں نے اس کے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

"ضرور!۔۔۔اگر میں کسی قابل ہوا تو یقین رکھوں۔۔۔جو بھی ہو سکا تمہاری مدد کروں گا۔" میری حوصلہ افزائی سے شے لے کر اس نے تفصیل سے بتانا شروع کیا۔

"میں اپنے قبیلے میں اپنے ماں باپ اور اپنے دو چھوٹے بھائیوں کے ساتھ اچھی زندگی بسر کر رہا تھا کہ پھر وہ منحوس جوشو ہمارے قبیلے میں آ گیا۔ اسے اپنے کسی کام کے لیے مزدوروں کی ضرورت تھی۔ میں اور میرا ایک چھوٹا بھائی مزدور کی حیثیت سے اس کے ساتھ چل دیے۔ اس نے ہم سے ایک بہت بڑی جھونپڑی بنوائی۔ اور اچھی خاصی مزدوری بھی دی مگر یہ قسم بھی لی کہ ہم کسی کو بھی اس جھونپڑی کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔ ہم کچھ عرصے بعد ہی اس واقعہ کو بھول گئے مگر ایک دن وہ واپس آیا اور کہنے لگا کہ ہم لوگوں میں سے کسی نے اس قسم کو توڑا ہے جس کی وجہ سے اسے کافی نقصان ہوا

ہے۔ یا تو ہم وہ بندہ اسے دے دیں جس نے قسم توڑی ہے یا پھر سب لوگ اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ہم نے بڑی قسمیں کھا کر اسے یقین دلانے کی کوشش کی کہ ہم میں سے کسی نے کسی کو کچھ نہیں بتایا مگر وہ بضد رہا۔ پھر ایک جوتشی کو بلایا گیا جو علم نجوم جانتا تھا۔ اس نے اپنے علم کی مدد سے میرے بھائی کا نام نکال دیا۔ بس پھر کیا۔۔۔ جوشو نے میرے بھائی کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا۔ میں یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے جوشو اور اس کے جوتشی دونوں کو خوب برا بھلا کہا اور اپنے بھائی کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ جوشو کے دو آدمیوں نے مجھے روکنے کی کوشش کی مگر میری جسمانی قوت ان سے زیادہ تھی اس لیے وہ کچھ نہ کر سکے۔ لیکن پھر وہ منحوس جوشو اپنے اصل روپ میں آ گیا۔ ایک دن صبح جب ہم اٹھے تو ہماری ماں کا سر ان کے جسم سے الگ پڑا ہوا تھا۔ حالانکہ ہم ساری رات ان کے

ساتھ ہی سوئے تھے مگر کسی نے کسی قسم کی بھی کوئی آواز یا اماں کی چیخ نہیں سنی تھی۔ ہم سب بھائی بہت غمگین اور پریشان بھی تھے۔

بہرحال اپنی اماں کو دفنا کر واپس آئے تو جوشو نے ایک آدمی کے ذریعے پیغام بھجوایا کہ ابھی بھی وقت ہے میں اپنے چھوٹے بھائی کو اس کے حوالے کر دوں ورنہ اور بھی لاشیں دفنانے کے لیے تیار ہو جاؤں۔ یہ جان کر کہ وہ منحوس ہی میری ماں کا قاتل ہے میں تو تیخ پا ہو گیا۔ ایک دم سے اس آدمی پر چڑھ دوڑا جو پیغام لے کر آیا تھا۔ اس کی اچھی خاصی ٹھکائی کر کے میں نے ایک نیزہ اٹھایا اور اسی جھونپڑی کی طرف چل دیا جو ہم نے اس جوشو کے لیے بنائی تھی۔ یقیناً وہ اسی میں رہتا تھا۔ جھونپڑی کے باہر پہنچ کر میں نے جوشو کو للکارا۔ مگر کوئی باہر نہ آیا۔ کچھ دیر باہر سے للکارنے کے بعد میں اس جھونپڑی کے اندر چلا گیا مگر جوشو وہاں نہ تھا۔ جوشو کو وہاں نہ پا کر میں واپس گھر

پہنچا تو یہ روح فرساں خبر میرے انتظار میں تھی کہ کسی نے میرے باپ کو بھی قتل کر دیا ہے۔ طریقہ کار وہی تھا کہ ان کا سر ان کے جسم سے الگ پڑا ہوا تھا مگر کسی نے بھی ان کے چیخنے یا پھر کسی لڑنے کی کوئی آواز نہ سنی تھی۔ میرا دماغ غصے اور غم کی شدت سے اپنا توازن کھو بیٹھا اور میں پاگلوں کی طرح ارد گرد کھڑے لوگوں پر نیزے سے حملے کرنے لگا۔ مجھے تو اچھی طرح یاد نہیں مگر لوگ بتاتے ہیں کہ میں نے کم از کم دس جنگلیوں کو زخمی کیا تھا۔ پھر سردار کے حکم سے مجھے پکڑ کر ایک جھونپڑے میں قید کر دیا گیا۔ میں وہاں تقریباً ایک سال تک رہا۔ اس دوران ہمارے قبیلے کے وچ ڈاکٹر نے میرا علاج کیا۔ پھر جب میرا دماغ ٹھکانے پر آیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں اپنا سب کچھ کھو چکا تھا۔ ماں باپ اور بھائی بھی۔ میرے دونوں چھوٹے بھائی لاپتہ تھے۔ قبیلے میں کوئی بھی ان کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں

گئے۔ مجھے یقین کی حد تک شک ہے کہ انہیں اس منحوس جوشو نے اغواء کروایا ہوگا۔ مگر میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ بہت طاقت ور ہے۔ بس اس دن سے میں نے انتقام کی ٹھانی اور افریقہ کے سب سے بڑے پروہت جوالا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا چیلہ بن گیا۔ انہوں نے ہی مجھے اس جزیرے پر ایک کام دے کر بھیجا۔ ساتھ ہی کچھ عمل بھی بتا دیے تاکہ میں ان کے کام کے ساتھ ساتھ عمل بھی سیکھ کر طاقت ور بن جاؤں۔ آج مجھے میرے قبیلے کے لوگ بتانے آئے تھے کہ وہی منحوص جوشو آج کل پھر مزدوروں کی تلاش میں قبیلے میں آیا ہوا ہے۔ وہ کبھی کبھار ہی قبیلے میں آتا ہے اور مزدور ملتے ہی چلا جاتا ہے۔ پھر اسے کوئی تلاش نہیں کر پاتا۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے مگر مجھے اندازہ نہیں ہے کہ اس کے پاس وہ کونسی قوت ہے جس سے وہ آدمی کا سر کٹوا دیتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں

چلتا۔ اگر اس نے وہی حملہ مجھ پر کیا تو میں شاید اس سے بچاؤ نہ کر سکوں۔" سیڈھا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ آخر میں اس کے لہجے میں خوف اتر آیا تھا۔

"ہوں۔۔۔ تو یہ بات ہے۔۔۔ میرا خیال ہے کہ میں تمہارے بہت سی مدد کر سکتا ہوں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟۔۔۔ جلدی بتاؤ۔" سیڈھا چونک پڑا۔

"تم شاید میری روحانی پرواز والی قوت کو بھول رہے ہو۔ اگر تم مجھے کسی طرح اس جوشو سے روشناس کروا دو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ وہ کہا جاتا ہے۔ اور کچھ دن تک اس کی نگرانی کر کے یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ اس کے پاس اور کون کونسی قوتیں ہیں۔" میں نے پر جوش انداز میں کہا۔ سیڈھا کے چہرے پر اچانک جوش نظر آنے لگا۔

"اگر تم ایسا کر سکتے ہو۔۔۔ تو مہربانی فرما کر جلدی کرو۔ میں اس

منحوس سے انتقام لینے کے لیے بے چین ہوں۔" سیڈھا نے بے چینی سے کہا۔

"مگر میں اسے نہیں پہچانتا۔" میں نے بے چارگی سے جواب دیا۔

"اچھا چلو۔۔تم میرے ساتھ میرے قبیلے میں چلو۔ میں ابھی تم کو دور سے اس منحوس کی شناخت کروا دیتا ہوں۔" سیڈھا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اچھا چلو۔" میں بھی جلدی سے تیار ہو گیا۔

اچانک سیڈھا کچھ سوچ کر بولا۔

"ٹھہرو!۔۔۔ مجھے پروہت جی کو بتانا ہو گا کہ میں کچھ دیر کے لیے قبیلے میں جا رہا ہوں۔ تم بس ایک منٹ ادھر بیٹھو۔۔۔ میں ابھی آیا۔"

سیڈھا یہ کہہ کر جلدی سے جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔

میرے لیے یہ لمحات بہت قیمتی تھے۔ میں پتہ چلا سکتا تھا کہ سیڈھا

جوالا پروہت سے کس طرح رابطہ کرتا ہے۔ لہٰذا میں نے جلدی سے آنکھیں بند کیں اور روحانی پرواز کرتا ہوا سیڈھا کے پیچھے چل دیا۔

وہ ایک طرف کو بنے درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھا جارہا تھا۔ پھر عین درختوں کے جھنڈ کی جڑ میں پہنچ کر وہ التی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور کوئی منتر تیزی سے پڑھنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی سامنے ایک بڑے درخت کے تنے نے ایک انسانی چہرے کی شکل دھارلی۔

"کیا بات ہے سیڈھا!" اسی انسانی چہرے نے پوچھا۔

"سرکار!۔۔۔ اس وقت زحمت دینے پر معذرت خواہ ہوں۔ مجھے اپنے مہمان کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے قبیلے میں جانا تھا۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہو آؤں؟" سیڈھا نے بڑی عاجزی سے سوال کیا۔

اس چہرے نے کچھ جواب دینے سے پہلے ادھر ادھر آنکھیں گھما کر دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

"تم یہاں تنہا نہیں ہو۔ کوئی ہے جو ہم کو دیکھ رہا ہے۔۔۔ کون ہے وہ؟" وہ چہرے جو یقیناً پروہت جوالا کا ہی تھا نے کسی حد تک غصیلے لہجے میں کہا۔

"مم۔ مگر۔۔۔ سرکار ادھر تو کوئی بھی نہیں ہے۔ میں اکیلا ہی ہوں۔" سیڈھا فوراً گھبرا گیا۔

"نہیں۔۔۔ کوئی ہے۔۔۔ کوئی ضرور ہے۔۔۔ اچھا تم جاؤ۔۔۔ میں اس کا کھوج کھود ہی لگا لوں گا۔" اس چہرے نے پرخیال لہجے میں جواب دیا اور فوراً درخت کا تنا اپنی اصل شکل میں آ گیا۔

میں سمجھ گیا کہ پروہت جوالا کو میری موجودگی کا احساس ہو گیا تھا۔ لہذا میں نے فوراً اپنی جگہ حاضر ہونے میں عافیت جانی۔ تھوڑی دیر میں سیڈھا آ گیا۔

"چلو۔۔۔ آؤ چلیں۔" اس نے مجھے چلنے کے لیے کہا۔

"ویسے تمہارا نام کیا ہے" اچانک اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "اتنے دن ہو گئے مگر میں نے کبھی تم سے تمہارا نام ہی نہیں پوچھا۔"

"سلیمان!۔۔۔ مجھے سلیمان کہتے ہیں۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔

"اچھا تو سلیمان!۔۔۔ کیا تم اپنی روحانی پرواز کے ذریعے میرے پاس موجود تھے جب میں جوالا پروہت سے بات کر رہا تھا۔" سیڈھا نے سادہ سے لہجے میں کہا۔ میں اپنے آپ کو چونکنے سے باز نہ رکھ سکا۔

"دیکھو!۔۔۔ اگر وہ تم ہی تھے تو گھبراؤ نہیں۔ میں سب سنبھال لوں گا مگر دیکھو دوست کہا ہے تو اعتماد بھی کرو۔" سیڈھا نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"ہاں۔۔۔ سیڈھا!۔۔۔ وہ میں ہی تھا۔ پروہت جوالا بہت بڑی

طاقت ہیں۔اس لیے انہوں نے میری موجودگی کا احساس کرلیا۔ میں ان سے ملنے کا بہت خواہش مند ہوں۔بس اس لیے اپنی خواہش کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہارے پیچھے لگ گیا۔" میں نے اقرار کرتے ہوئے کہا۔

"تمہاری یہ طاقت بہت عجیب ہے۔مگر بہت زبردست۔تم جب چاہو جس کے بھی چاہو پیچھے لگ کر بہت کچھ معلوم کر سکتے ہو۔اب تو تم سے ڈر لگنے لگا ہے۔" سیڈھا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم میرے دوست ہو۔اس لیے تمہیں مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ہاں مگر شاید۔۔۔جوالاپروہت مجھ سے ناراض ہوں۔" میں نے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

"تم ان کو نہیں جانتے۔چونکہ اس میں میری یا تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے اس لیے مجھے معلوم ہے کہ وہ ہمیں معاف کر دیں گے۔بس آئندہ

# قاتل پرچھائیں

ایک خوفناک کہانی جس میں ایک پراسرار
پرچھائیں ایک حویلی پر قبضہ کر لیتی ہے۔
جس کے خوف سے لوگ بھاگتے ہیں وہ
پرچھائیں کس چیز کی ہے اور لوگ کس طرح
سے اس کی بھینٹ چڑھتے ہیں یہ جاننے کیلئے

ابھی پڑھئے "اردو رسالہ" پر

تم میرا پیچھا مت کرنا۔" سیڈھا نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔
اس کے اطمینان پر میں بھی اس پریشانی کو اپنے دماغ سے نکال باہر
کیا۔
ایک اونچے سے ٹیلے پر پہنچ کر سیڈھا نے مجھے اپنا ہاتھ پکڑنے کو کہا۔
میں نے جیسے ہی اس کا ہاتھ پکڑا۔ سیڈھا نے کوئی منتر پڑھ کر زمین پر
پھونکا۔ چند ہی لمحوں میں ہم دونوں آسمان کی طرف بلند ہو رہے
تھے۔ میں نے چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کر کے اپنی روحانی آنکھ
سے دیکھا کہ ایک بہت بڑا پرندہ ہمیں اپنی پروں کے درمیان اپنی
پشت پر رکھے اڑا جا رہا تھا۔ پھر میں نے آنکھیں کھول کر سیڈھا سے
پوچھا۔
"یہ پرندہ کون ہے اور تم نے اسے کس طرح اپنا غلام بنایا؟"
"کونسا پرندہ؟" سیڈھا نے چونک کر پوچھا "اچھا یہ جو ہمیں اٹھا کر

لے جا رہا ہے۔ یہ پرندہ نہیں ہے۔ میرا ایک بیر ہے۔ اسے توڑ چھا کہتے ہیں۔ بڑی مشکل سے میں نے اسے قابو میں کیا ہے۔ اس کی خوبی ہے کہ یہ کسی بھی پرندے یا جانور کا روپ دھار سکتا ہے۔ میں نے جان بوجھ کر اسے آنکھوں سے اوجھل رکھا تھا تا کہ تم ڈر نہ جاؤ مگر لگتا ہے کہ تم اپنی روحانی قوت سے اسے دیکھ سکتے ہو۔" سیڈھا نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔ آخر میں اس کے لہجے میں مرعوبیت نمایاں تھی۔

"ہاں!۔۔۔ میں اسے اپنی روحانی آنکھ سے دیکھ سکتا ہوں۔ مگر یہ بہت زبردست بیرا ہے۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں اس کی تعریف کی۔

"اگر تم نے جوشو کے خلاف میری مدد کی تو میں ایسا ایک بیر تمہیں تحفے میں دوں گا۔" سیڈھا نے فراخدلانہ لہجے میں کہا۔

"شکریہ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مگر میری دوستی کسی لالچ کے لیے نہیں ہے۔"

"تم کمال کے بندے ہو۔" سیڈھا نے آنکھیں گھوماتے ہوئے کہا۔ "لوگ تو شاید اس ہیرے کے لیے اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا دیں۔ مگر تم اسے لینے سے ہچکچا رہے ہو۔"

"لے لوں گا۔۔۔ مگر ابھی نہیں۔ اس وقت میرے تمام مدد بغیر کسی لالچ کے لیے ہے۔ اس لیے اس کو لالچ سے پاک ہی رہنے دو۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ میرے لہجے سے سیڈھا میرے احساسات کو سمجھ گیا اور پھر اس نے کوئی اور بات نہیں کی۔ دراصل جب سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ ڈوسائی ان ہیروں کی انسانی گوشت اور خون کھلاتا تھا، اس وقت سے میرے اندر ان ہیروں کو اپنا غلام بنانے کی خواہش دم توڑ گئی تھی۔ میں ایسی کوئی قوت حاصل نہیں کرنا چاہتا تھا

جو مجھے مجرمانہ اقدامات کرنے پر مجبور کر دے۔

کچھ دیر سمندر پر سفر کرنے کے بعد ہم ایک خشکی کے علاقے میں پہنچ گئے۔ پھر ایک جگہ اس ان دیکھے پرندے نے ہمیں زمین پر اتار دیا۔

"آؤ سلیمان! ۔۔۔ یہاں سے میرا قبیلہ قریب ہی ہے۔" سیڈ ھا نے مجھے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر باقی کا سفر ہم نے پیدل ہی طے کیا۔ آبادی کے آثار شروع ہوتے ہی ہم محتاط ہو گئے۔ قبیلے میں داخل ہوتے ہی کچھ جنگلیوں نے سیڈ ھا کو پہچان لیا۔ مگر سیڈ ھا نے ان کو دور سے ہی ہاتھ ہلا کر قریب آنے سے روک دیا۔

چلتے چلتے ہم ایک بازار نما راستے میں پہنچ گئے۔ کچھ دیر تلاش کرنے کے بعد ایک مجمع کی طرف دیکھتے ہوئے سیڈ ھا چونک پڑا اور پھر اس کے چہرے پر سخت ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے۔ وہاں مجمع میں ایک ادھیڑ عمر آدمی جو اپنے حلیے سے کافی مالدار لگ رہا تھا ایک کرسی پر

ہوا جمان تھا۔ اس کے ساتھ دو ملازم کھڑے تھے جو چیخ چیخ کر لوگوں کو کچھ کہہ رہے تھے۔

"یہ ہے وہ منحوس جوشو۔" سیڈھا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں اسے جان گیا ہوں۔ چلو واپس چلیں۔" میں نے اس کی ناگواری سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ پھر ہم واپسی کے لیے چل پڑے۔ جب ہم قبیلے سے باہر نکل آئے تو پھر ایک بار پھر سیڈھا نے اپنے بیرے کو بلایا۔ مگر اس بار وہ آنکھوں سے اوجھل نہ تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک تین فٹ کے عجیب سے بیرے نے ایک پرندے کی شکل اختیار کر لی۔ اور پھر وہ ہمیں لیے ہوئے ہوا میں پرواز کرنے لگا۔ چند منٹ بعد ہی ہم سمندر سے ہوتے ہوئے واپس اپنی جھونپڑی کے پاس ٹیلے پر موجود تھے۔ جھونپڑی میں واپس پہنچ کر میں نے التی پالتی ماری اور پھر روحانی پرواز کرتے ہوئے واپس

اسی قبیلے میں جا پہنچا۔ جوشوا بھی تک اپنے آدمیوں کے ساتھ وہی موجود تھا۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو کر سیڈھا کو اس کے بارے میں بتانے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ تم اس کے پیچھا جاری رکھو۔ وہ تقریباً سورج ڈھلے ہی جائے گا۔ مگر ہو سکتا ہے کہ جلدی بھی چلا جائے اگر اس کو اس کے مطلب کے مزدور جلدی مل گئے تو۔" سیڈھا نے کہا اور پھر جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے پھر اپنی روحانی پرواز شروع کر دی اور اس قبیلے کے گلی کوچوں سے اپنے آپ کو روشناس کرانے لگا۔ میں کچھ کچھ وقت کے بعد جوشو پر بھی ایک نظر ڈال لیتا تھا کہ کہیں وہ چل نہ پڑے۔ لیکن وہ دن ڈھلے ہی اٹھا۔ پھر وہ اور اس کے غلام ایک بڑے مزدوروں کے مجمع کو لیے ہوئے قبیلے سے باہر کی طرف چل

دیے۔ میں ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ تقریباً آدھا گھنٹہ چلنے کے بعد وہ
عین جنگل کے بیچ و بیچ بنے ایک جھونپڑے میں پہنچ گئے۔ وہ اتنا بڑا
جھونپڑا تھا کہ ہمارے سارے مزدور آسانی سے اس کے اندر
چلے گئے۔ اب صرف جوشو اور اس کے دو ملازم ہی باہر رہ گئے تھے۔
جوشو نے کچھ دیر تک ان سے کچھ بات کی اور پھر انہیں جھونپڑے
کے دروازے پر پہرہ دیتے چھوڑ کر خود جنگل میں ایک طرف کو چل
دیا۔ میں اس کے پیچھے ہی تھا۔ بامشکل سو قدم چل کر اس نے ایک
درخت کی جڑ میں زور سے پاؤں مارا۔ اگلے ہی لمحے درخت کا تنا کسی
دروازے کی طرح کھل گیا۔ جوشو اس کھلے ہوئے تنے میں گھس گیا۔
میں نے بھی اس میں گھسنے میں جلدی کی۔ اندر اندھیرا تھا مگر جیسے ہی
کھلا ہوتنا بند ہوا ایک دم سے روشنی پھیل گئی اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ
گیا کہ ہم ایک بہت کشادہ سے جھونپڑے میں موجود تھے۔ ہمارے

بالکل ساتھ وہ دروازہ موجود تھا جو شاید ہمارے اندر آنے کا سبب بنا تھا۔ جوشو تیزی سے چلتا ہوا ایک دیوار کی طرف بڑھا جہاں پر ایک الماری لگی ہوئی تھی۔ اس نے اس الماری کا ایک پٹ کھولا اور پھر اندر سے ایک آئینہ نکال لیا۔ اس آئینے کو اپنے سامنے رکھ کر وہ کچھ منتر پڑھنے لگا۔ اگلے ہی لمحے ایک ناگواری بو سارے جھونپڑے میں پھیل گئی اور اس آئینے میں ایک انتہائی مکروہ سی مخلوق نظر آنے لگی۔

اس مکروہ مخلوق نے کسی اجنبی سی زبان میں جوشو سے کچھ باتیں کیں اور پھر وہ جس طرح ظاہر ہوئی تھی اسی طرح کہیں گم ہو گئی۔ وہ آئینہ اب ایک نارمل آئینہ بن چکا تھا۔ جوشو نے اسے ایک طرف پڑی ایک چارپائی کی طرف اچھالا اور پھر خود ایک چھوٹے کمرے میں چلا گیا۔ میں نے اس کا پیچھا کیا مگر یہ دیکھ کر واپس آ گیا کہ وہ نہانے لگا تھا۔ جب تک وہ نہاتا رہا۔۔۔ میں اس کے اس عجیب وغریب گھر کی

تلاشی لیتا رہا۔ اس کے گھر میں کوئی خاص چیز نہ تھا۔ بس عام استعمال کی چیزیں تھیں۔

نہا دھو کر وہ ایک طرف رکھے ہوئے پھل کھانے لگا۔ میں تقریباً بیس منٹ تک اسے مختلف کام کرتے دیکھتا رہا۔ وہ کھانا کھانے کے بعد کمرے میں موجود چارپائی پر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ میں اس وقت تک وہاں موجود رہا جب تک کہ وہ سو نہیں گیا۔ پھر جب اس کے خراٹے گونجنے لگے تو میں نے واپسی کی ٹھانی۔ مگر یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ میری روح اس ننھا جھونپڑی سے باہر نہ آپا رہی تھی۔ عموماً میری روح دیوروں اور درختوں کے درمیان سے آرام سے گزر جاتی تھی مگر یہ کچھ عجیب سی جگہ تھی کہ میں باوجود کوشش کے ان کی دیواروں سے نہ گزر پا رہا تھا۔ یقیناً یہ کوئی جادوئی جگہ تھی اور میں شاید یہاں پہ قید ہو کر رہ گیا تھا۔ کچھ دیر اسی پریشانی میں، میں سوچتا رہا اور حیرت

سے وہاں کی دیواروں سے نکلنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر تھک ہار کر میں
اس دروازے کی طرف متوجہ ہوا جہاں سے جوشو اندر داخل ہوا تھا۔
اس بات کا اچھی طرح اطمینان کر کے کہ جوشو کا سو رہا ہے۔ میں نے
ارتکاز توجہ کی مدد سے آہستہ سے وہ دروازہ کھولا۔ دوسری طرف
اندھیرا ہی اندھیرا نظر آ رہا تھا۔ بلا آخر تمام خطرات کو بالائے طاق رکھ
کر میں اس دروازے میں گھس گیا۔ اندر اندھیرا ہی تھا مگر جیسے ہی
میرے پیچھے اس کمرے کا دروازہ بند ہوا ایک دم سے میں نے اپنے
آپ کو اسی درخت کے تنے میں موجود پایا جہاں سے جوشو اندر گیا
تھا۔ یہ بہت ہی عجیب سا تجربہ مجھے یہاں حاصل ہوا تھا۔ میری
معلومات کی حد تک یہ واحد جگہ تھی جہاں میری روحانی پرواز محدود ہو
گئی تھی۔ بہر حال اس درخت کا محل وقوع اچھی طرح ذہن نشین کر
کے میں چشم زدن میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

کچھ دیر انتظار کرنے پر سیڈھا بھی آ گیا۔

"میں پہلے بھی آیا تھا۔ کھانا لے کر مگر تم اپنے عمل میں مصروف تھے۔"

سیڈھا نے مسکراتے ہوئے بتایا۔ اب وہ میرے ساتھ کافی بے تکلف ہو گیا تھا۔

"اچھا!۔۔۔ ہاں۔۔ میں وہ جوشو کا پیچھا کر رہا تھا۔" میں نے اسے بتایا۔

"کیا پتہ چلا؟" سیڈھا نے تجسس سے پوچھا۔ اور جواب میں میں نے ساری روداد سنا دی۔

"ہوں۔۔۔ تو اس کا مطلب ہے وہ اسی ستنے میں رہتا ہے اسی لیے کوئی اسے نہیں دیکھ پاتا۔ وہ آئینہ درحقیقت ایک جادوئی آئینہ ہے جسے کسی کے ساتھ بات چیت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس نے یقیناً کسی سے بات کی ہوگی۔" سیڈھا نے اپنا اندازہ لگایا۔

"ہاں!۔۔۔چونکہ میں تمہارے قبیلے کے زبان نہیں جانتا اس لیے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سمجھ نہیں سکا۔" میں نے بیچارگی سے کہا۔

"ہاں میں سمجھ سکتا ہوں۔۔۔مگر اتنا بھی بہت ہے۔میرا خیال ہے اس سے دو دو ہاتھ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔" سیڈھا نے پر خیال انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔۔۔میرے خیال سے تو پہلے اس کی طاقتوں کے بارے میں جان لینا بہتر ہوگا۔"میں نے رائے دی۔

"جو ہوگا دیکھا جائے گا۔۔۔جب سے میں نے اسے دیکھا ہے میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی ہے۔مجھے اپنے آپ پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔اب تو اسکا ٹھکانہ بھی معلوم ہو گیا ہے۔میرے خیال میں اب دیر کرنا مناسب نہ ہوگا۔" اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"چلو پھر چلتے ہیں۔" میں نے جلدی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا مگر اس نے جلدی سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں دوست۔۔۔یہ میرا انتقام ہے اور میں اکیلا ہی جاؤں گا۔بس تم مجھے اس قبیلے سے اس کا راستہ سمجھا دو۔" سیڈھا نے کہا۔

"دیکھو۔۔۔" میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس نے مجھے ٹوک دیا۔

"دوست!۔۔۔میں تمہیں کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ویسے بھی تمہارے وہاں موجود ہونے سے وہ تمہاری کمزوری کا فائدہ بھی اٹھا سکتا ہے۔میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔مگر ہو سکتا ہے کہ تمہاری حفاظت نہ کر سکوں۔اس لیے اگر تم مجھے مضبوط دیکھنا چاہتے ہو تو ضد مت کرو۔۔" سیڈھا نے مضبوط لہجے میں کہا۔میرے لیے اب مزید اصرار کرنا مناسب نہ تھا۔اس لیے میں نے اسے زمین پر نقشہ بنا

کر راستہ سمجھا دیا۔ میں چاہتا تو اسے اپنی روحانی ارتکاز توجہ سے بھی وہاں پہنچا سکتا تھا مگر مجھے پتہ نہیں کیوں ایسا کرنا اپنی طاقت کا رعب ڈالنے کے مترادف محسوس ہوا۔ بس اس لیے میں نے سوچا کہ اسے جگہ سمجھا دوں۔ ویسے بھی وہ اس بڑے سے جھونپڑے کے بارے میں پہلے سے ہی جانتا تھا۔ اس سے آگے کا رستہ اور بھی آسان تھا۔ کھانے کھا کر سیڈھا جوشو کو سبق سکھانے کے لیے چل دیا۔ میں بظاہر تو اس جھونپڑے میں ہی رہ گیا مگر مجھے قرار کہا تھا۔ بس فوراً روحانی پرواز کی اور اس کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔

کچھ دیر میں ہی سیڈھا اسی تناور درخت کے سامنے کھڑا تھا جہاں میں جوشو کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔ اس نے پہلے چاروں طرف سے اس درخت کا جائزہ لیا اور پھر اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو کر کوئی منتر پڑھنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی ایک درجن کے قریب بیر ے

اچانک کہیں سے نمودار ہوئے اور تیزی سے اس درخت کو کھانے لگے۔ سیڈھا کچھ دور کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ چند منٹوں میں ہی ان بیروں نے تقریباً آدھا تنا کھالیا اور اب درخت جو کافی پھیلا ہوا تھا جھولے لینے لگا۔ تاہم ابھی بھی وہ کافی مضبوط تھا۔ پھر اچانک ایک تیز گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور ایک طرف سے ایک انتہائی بد صورت ہاتھی نما کوئی جانور برآمد ہوا۔ اور اس نے آناً فاناً ان بیروں کو کھانا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد وہاں ان بیروں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ سیڈھا حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس پر مزید ظلم یہ کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تنا پھر سے بھر گیا اور اب ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہاں پر کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ بس وہ ہاتھی نما جانور کھڑا چنگاڑ رہا تھا۔ پتہ نہیں کیوں اس نے سیڈھا کو کچھ نہیں کہا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ سیڈھا کوئی اور منتر پڑھتا۔ ایک دم سے اس تنے کا دروازہ کھلا اور

جوشو باہر نکل آیا۔

"کون ہو تم؟۔۔۔اور تم نے مجھ پر حملہ کرنے کی جرات کیسے کی؟"

جوشو کے لہجے میں غضب کا غصہ تھا۔

"جوشو!۔۔۔اچھا ہوا تو خود ہی باہر آ گیا۔۔۔دیکھ پہچان مجھے۔۔تو نے میرے سارے خاندان والوں کو مار دیا۔آج تیرا روز حساب ہے۔اچھی طرح پہچان لے مجھے اس سے پہلے کہ میں تجھے موت کے گھاٹ اتار دوں۔" سیڈھا جو اسے دیکھتے ہی غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا، نے دھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

پہلے تو جوشو حیرت سے اسے دیکھتا رہا کہ شاید اتنی جرات سے اسکے سامنے کوئی نہ بولا تھا مگر پھر اس پر غصے کا غلبہ آ گیا۔

"میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو مگر جو کوئی بھی ہو۔۔اپنی حد سے گزر چکے ہو۔اس لیے مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" اس بار جوشو کے لہجے میں

غرور نمایاں تھا۔

سیڈھا نے بجائے کوئی جواب دینے کے جلدی سے ایک منتر پڑھا اور اس کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ کم از کم ایک درجن کے قریب بیر کہیں سے نمودار ہوئے اور اس ہاتھی نما جانور کو چمٹ گئے جو وہاں کھڑا چنگاڑ رہا تھا۔ میں نے ان بیروں کو پہچان لیا۔ یہ ڈوسائی کی بیر تھے یعنی گوشت خور۔ اور پھر اس سے پہلے کہ جوشو کچھ سمجھتا۔ وہ ہاتھ نما جانور چیختا چنگاڑتا جنگل کی اندرونی طرف بھاگ پڑا۔ جوشو حیرت سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ وہ شاید ان بیروں کو دیکھ نہیں پایا تھا۔

”اچھا تو تم بھی کچھ جنتر منتر جانتے ہو۔ چلو اب سنبھلو“ یہ کہتے ہی جوشو نے کچھ پڑھ کر ہوا میں پھونکا اور میں نے دیکھا کہ اس کی پھونک سے لاتعداد چھوٹے چھوٹے اڑنے والے کیڑے نکلے۔ وہ سائز میں مکھی سے کچھ بڑے تھے۔ اور وہ تیزی سے سیڈھا پر جھپٹے۔ سیڈھا

شاید ان کو دیکھ نہیں پایا تھا اس لیے اس افتاد کا درست اندازہ نہ کر سکا۔ ان کیڑوں نے چاروں طرف سے اسے گھیر لیا اور بری طرح کاٹنے لگے۔ سیڈھا ایک لمحے کے لیے تو پریشان ہو گیا مگر اگلے ہی لمحے اس نے کچھ پڑھ کر زور سے اپنے اردگرد پھونکا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے اردگرد نیلی روشنی کا ایک حصار قائم ہو گیا تھا۔ اب وہ اڑنے والے کیڑے اس نیلی روشنی سے ٹکرا کر مر رہے تھے مگر سیڈھا تک نہیں پہنچ پا رہے تھے۔ چند لمحوں میں وہ سارے کے سارے کیڑے مر چکے تھے۔

"اب میری باری ہے۔" سیڈھا نے چیخ کر کہا اور پھر وہی منتر پڑھ کر زمین پر پھونکا جس سے اس نے ڈوسائی کے بیروں کو بلایا تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک درجن کے قریب بیر اچانک نمودار ہوئے اور جوش پر ٹوٹ پڑے۔ مگر اگلا لمحہ میرے اور سیڈھا دونوں

کے لیے حیران کن تھا کیونکہ وہ بیر جیسے ہی جوشو پر حملہ آور ہوئے، وہ
اس کے بیچ وبیچ گزر کے آگے بڑھ گئے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے جوشو
کا جسم دھوئیں کا بنا ہوا ہو۔ ڈوسائی کے بیر بے بسی سے ادھر ادھر منہ مار
رہے تھے۔

"ہاں بھی!۔۔۔ چلو اپنا وار۔۔۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" جوشو نے
تندو تیز لہجے میں کہا۔ پتہ نہیں وہ واقعی ان بیروں کو دیکھ نہیں پایا تھا یا
پھر سیڈھا کا مذاق اڑا رہا تھا۔

بہرحال اس کی بات سن کر سیڈھا غصے سے بڑھک اٹھا۔ اس نے فوراً
ایک منتر پڑھ کر اس کی طرف پھونکا اور تیز آگ کے شعلوں نے جوشو
کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مگر اگلا لمحہ حیرت انگیز تھا۔ جوشو بجائے چیخنے
کے بڑے خوشگوار موڈ میں گنگنا رہا تھا جیسے وہ آگ اسے بھلی لگ رہی
ہو۔ اور واقعی وہ آگ اسے جلانے میں ناکام تھی۔ یہ سب کچھ سیڈھا

کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھا۔ ادھر میں بھی بڑی تیزی سے اس
چونیشن پر غور کر رہا تھا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال بجلی کے
کوندے کی طرح آیا۔۔۔ کہیں جوشو بھی کسی اور جگہ موجود ہوتے
ہوئے یہ سب کچھ تو نہیں کر رہا؟ اس خیال کے آتے ہی میں نے
تیزی سے جوشو کے پاس موجود درخت کی جڑ پر ارتکاز توجہ سے وزن
ڈالا۔ فوراً دروازہ کھل گیا۔ اور اگلے ہی لمحے میں اندر تھا۔ میں نے
اس بات پر غور نہیں کیا کہ کسی نے اس طرح دروازہ کھلتے ہوئے دیکھا
یا نہیں۔ جیسے ہی میں اندر پہنچا۔ دیکھا کہ سامنے جوشو التی پالتی
مارے زمین پر آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ اب میں اس کی ساری
کارستانی سمجھ گیا۔ وہ کسی قوت کے ذریعے اپنے عکس کے ذریعے لڑ رہا
تھا اس لیے سیڈھا کا کوئی بھی عمل اس پر کارگر نہیں تھا۔ ابھی میں اس کا
جائزہ ہی لے رہا تھا کہ میں نے باہر سے سیڈھا کے چیخنے کی آواز

سی۔ میں فوراً باہر نکلا۔ دروازہ کھلنے کے آواز پر جوشو نے چونک کر اس
طرف دیکھا۔ مگر اس کی آنکھوں میں حیرت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ یقیناً
وہ مجھے نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ مگر دوسری طرف سیڈھا آگ کے شعلوں
میں بری طرح جل رہا تھا۔ اب اس کے گرد نیلی روشنی کا حصار بھی
نہیں تھا۔ شاید اس بار جوشو کا وار چل گیا تھا۔ میں اپنے دوست کو اس
طرح جلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لہذا اب میرا مداخلت کرنا ناگزیر
ہو گیا تھا۔ میں نے فوراً اپنی ارتکاز توجہ سے اس کی آگ کو بجھانے کی
کوشش کی اور میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا۔ آگ بجھ گئی مگر سیڈھا
بری طرح جل چکا تھا۔ جوشو حیرت کا بت بنا ادھر ادھر ہوا میں گھور رہا
تھا۔ میں تیزی سے فیصلہ کر رہا تھا کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے۔ جوشو کو
ٹھکانے لگانا چاہیے یا پھر سیڈھا کو نکال کر اس کی جان بچانے کے جتن
کرنے چاہیے۔ آخر کار فیصلہ سیڈھا کی طرف ہوا۔ اور میں اسے

ارتکاز توجہ سے اٹھا کر چشم زدن میں اپنے جزیرے والے جھونپڑے میں لے آیا۔ پھر آنکھیں کھول کر تیزی سے اس کیطرف بڑھا۔ وہ بری طرح جلا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ درد سے کراہتے ہوئے بولا۔

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔اس الماری میں جلنے کی دوا ہے۔" اس کا اشارہ ایک طرف دیوار کے ساتھ کھڑی الماری کی طرف تھا۔ میں نے بھاگ کر اس الماری کو کھولا۔ وہاں بہت ساری دوائیں پڑی ہوئیں تھیں۔

"کون سی؟" میں نے چیخ کر پوچھا۔

"نی۔۔۔نیلے رنگ کی ڈبیا۔" سیڈھا نے اسی طرح کراہتے ہوئے کہا۔

میں نے جلدی سے ایک نیلی ڈبیا اٹھائی جو وہاں پاس ہی پڑی تھی اور بھاگتا ہوا سیڈھا کے قریب پہنچا۔ پھر جلدی جلدی اس کے اندر موجود

مرہم اس کے جلے ہوئے جسم پر لگانے لگا۔ وہ کافی بڑی ڈبیا تھی مگر پھر بھی اس کے جسم پر لگاتے لگاتے وہ ختم ہوگئی۔ مگر اب سیڈھا کی طبیعت کافی بہتر لگ رہی تھی۔

''ادھر کونے میں جو بکس پڑا ہے۔ اس میں اور بھی ڈبیاں ہیں۔'' اس نے ایک طرف پڑے ٹرنک کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے آگے بڑھ کر جلدی سے اسے کھولا۔ اس میں واقع کئی اقسام کی دوائیں پڑی ہوئیں تھیں۔ ان میں ہی نیلی ڈبیاں بھی تھیں۔ میں نے ایک ڈبیا اٹھائی اور سیڈھا کے جسم کے باقی حصوں پر بھی ملنے لگا۔ کچھ دیر میں ہی اس کا سارا جسم اس مرہم سے ڈھکا ہوا تھا۔ سیڈھا نے آنکھیں بند کر لیں اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ کچھ دیر تک تو میں اسے دیکھتا رہا مگر پھر تشویش کے ہاتھوں مجبور ہو کر بول پڑا۔

''سیڈھا!۔۔۔تم ٹھیک تو ہو؟''

اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"ہاں دوست!۔۔۔میں ٹھیک ہوں۔اور تمہارا احسان مند بھی۔

آج تم نے اپنی قوت سے میری جان بچائی۔میں جتنا بھی تمہارا

شکریہ ادا کروں۔۔۔اتنا کم ہے۔" اس کے لہجے میں تشکر نمایاں

تھا۔

"ایسی بات مت کرو۔۔۔دوست ہونے کے ناطے یہ تو میرا فرض

تھا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"تم عظیم ہو۔۔۔بلاشبہ تم عظیم ہو۔۔۔اس مرہم میں نیند کی دوا ہے

اس لیے مجھے معاف کرنا۔مجھ پر نیند کا غلبہ بہت تیزی سے ہو۔۔رہا

ہے۔" سیڈھا نے اتنا ہی کہا اور پھر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

میں اس کو سوتا چھوڑ کر جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ویسے بھی جھونپڑی

میں جلنے کی سڑاند دماغ کو بھاری کیے جا رہی تھی۔پھر کچھ دیر تک چہل

فتری کرکے ایک مناسب جگہ پر میں سونے کے لیے لیٹ گیا۔

جھونپڑی سے باہر سونا میرا معمول تھا۔ مجھے تازہ ہوا میں سونا ہمیشہ اچھا لگتا تھا۔ سونے سے پہلے میں نے احتیاط کے طور پر اپنی روحانی پرواز سے اس جزیرے کا ایک چکر لگایا۔ اور پھر جوشو کے تنا نما گھر کا رخ کیا۔ وہاں اب کوئی بھی نہیں تھا۔ میں بے دھڑک اس تنے کے اندر بھی گیا مگر وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ میں نے اس آئینہ کو تلاش کرنے کے کوشش کی جس سے جوشو نے کسی سے باتیں کی تھی مگر وہ بھی وہاں موجود نہیں تھا۔ یقیناً جوشو نے اپنی اس رہائش کو خیر آباد کہہ دیا تھا۔ مگر مجھ سے چھپنا مشکل تھا۔ میں نے فوراً آسمان کی طرف چھلانگ لگائی۔ اور مناسب فاصلے پر پہنچ کر اپنی تیز روحانی آنکھوں سے اسے تلاش کرنے لگا۔ کم و بیش سارے افریقہ کو میں نے چھان مارا مگر وہ کہیں نظر نہ آیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ پھر کسی اور تنے نما گھر میں چھپ گیا

ہو گا۔ یقیناً وہ میری روحانی نگاہ سے بھی اوجھل تھا۔ بہرحال اس کی تلاش ختم کر کے میں اپنی جگہ حاضر ہوا اور پھر نیند کی وادی میں کھو گیا۔
اگلی صبح میں معمول سے کچھ پہلے ہی اٹھ گیا۔ اندر جھونپڑی میں گیا تو سیڈھا ابھی تک سو رہا تھا۔ آج پہلے بار میں نے اس کے لیے ناشتے کا بندوبست کیا۔ جب میں پھل وغیرہ لے کر واپس آیا تو وہ بھی اٹھ گیا تھا۔

"دوست!۔۔۔۔تم نے میری زندگی بچا کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔" اس نے مجھے دیکھتے ہی ممنونیت سے کہا۔

"دوست بھی کہتے ہو اور غیروں جیسی بات بھی کرتے ہو۔۔۔بس ۔۔بس۔۔۔اب دوبارہ میں تمہارے منہ سے ایسی کوئی بات نہ سنو۔۔۔حقیقت تو یہ ہے کہ کل ہمارے ہاتھوں سے جوشو بچ گیا۔" میں نے جلدی سے کہا اور پھر جان بوجھ کر اس کا دھیان جوشو کی طرف

کر دیا۔

"ہاں!۔۔۔وہ میری توقع سے کہیں زیادہ طاقت ور نکلا۔تم ٹھیک کہتے تھے۔مجھے اس کی طاقت کا اندازہ کرنے بعد ہی اس پر حملہ کرنا چاہیے تھا۔" یہ کہہ کر اس نے میرے ساتھ ناشتا شروع کر دیا۔

"ویسے تمہاری قوت بھی بہت زبردست ہے۔مجھے تو پہلی بار اندازہ ہوا ہے کہ تم بھی کمال ہو۔" ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے پھر میری تعریف شروع کر دی۔

"ہوں!۔۔۔مگر تمہارے سامنے کچھ نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاید!۔۔۔۔تم مجھ سے بھی زیادہ طاقت رکھتے ہو۔مگر ظاہر نہیں کرتے ہو۔" سیڈھا نے پر خیال انداز میں کہا۔پھر اچانک بولا۔

"مجھے پروہت جی کو اس واقعہ کی اطلاع کرنا ہو گی۔میرا خیال تھا کہ

میں اسے آسانی سے قابو کر لوں گا۔ مگر اب اس حالت میں مجھے

ہر صورت میں ان کو ساری صورتحال سے باخبر کرنا ہوگا۔ اور۔۔۔

مہربانی کر کے تم اس بار میرا پیچھا نہ کرنا۔" یہ کہہ کر وہ جھونپڑی سے

باہر جانے لگا۔ آخر میں اس نے تیز نظروں سے مجھے گھورا تھا۔

وہ واقعی جسمانی طور پر بہت مضبوط واقع ہوا تھا۔ ورنہ اتنا جلنے کے

باوجود اپنے پاؤں پر کھڑا بھی نہ ہو پاتا۔ بہر حال اس بار میں نے اس

کا پیچھا نہیں کیا کیونکہ جوالا پروہت میری موجودگی کا احساس کر لیتا

تھا۔

کچھ دیر کے بعد وہ واپس آیا۔ اور کہنے لگا۔

"پروہت جی نے بلایا ہے۔ تم بھی چلو۔۔ وہ تم سے بھی ملنا چاہتے

ہیں۔" سیڈھا نے کہا اور ایک طرف الماری سے اپنا لباس نکالنے

لگا۔ میں اس کی بات پر چونک پڑا۔

جوالا پروہت سے ہی ملنے کے لیے تو میں بے قرار تھا۔ اور ایک دم وہ وقت آ گیا۔ یہی وہ شخص تھا جو مجھے طالش سرکار کے مقابل لانے میں میری مدد کر سکتا تھا۔ مگر ابھی تو شاید ملاقات ہی تھی۔ پتہ نہیں اس کی نظروں میں آنے کے لیے اور اس سے اپنے مطلب کا علم حاصل کرنے کے لیے کون کون سے جتن کرنے پڑنے تھے۔ یہی سب کچھ سوچتے سوچتے میں سیڈھا کے ساتھ باہر کی طرف چل دیا۔

اس بار سیڈھا نے جنگل کی طرف جانے کی بجائے جھونپڑی کے پچھلے سمت قدم بڑھا دیے۔ میں بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ ابھی ہم بمشکل دس قدم جھونپڑے سے دور آئے ہونگے کہ اس نے مجھے ہاتھ پکڑانے کو کہا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اس نے تیزی سے ایک طرف کو بڑھنا شروع کر دیا۔ اس کا انداز تقریباً بھاگنے والا ہی تھا۔ مجبوراً میں بھی اس کے ساتھ ہی بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ مگر اگلا لمحہ بڑا حیرت انگیز تھا۔ اس

نے بڑی تیزی سے دو درختوں کے بیچ کھڑی ایک چھوٹی سے مگر سپاٹ چٹان کو ٹکر ماردی۔ یہ سب کچھ اتنا جلدی ہوا کہ میں سنبھل بھی نہ سکا۔ مگر جیسے ہی ہم دونوں اس چٹان سے ٹکرائے ایک چھناکا ہوا اور ہم ایک وادی جنت نظیر میں موجود تھے۔ سیڈھا مجھے حیران دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"پروہت جی کہاں رہتے ہیں؟۔۔کوئی نہیں جانتا۔۔۔بس یہ ہی ایک راستہ ہے جو اس وقت کھلتا ہے جب وہ کسی کو بلاتے ہیں۔ اس کی تفصیل اگر میں تمہیں پہلے بتانے کی کوشش کرتا تو شاید شام بھی ہو جاتی۔ اس لیے میں نے سوچا کہ خود ہی دیکھ لو تو بہتر ہے۔" سیڈھا کے چہرے پر گہری مسکراہٹ تھی۔ میں نے بس سر ہلانے پر ہی اکتفا کی۔

پھر وہ مجھے لے کر ایک طرف چل دیا۔ ابھی ہم مشکل سے سو قدم ہی

چلیں ہونگے کہ سامنے دور ایک خوبصورت سا مکان نظر آیا۔ وہ پکی اینٹوں سے بنا کوئی چھوٹا سے قلعہ معلوم ہوتا تھا۔ ہم آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے دروازے پر پہنچ گئے۔ ابھی ہم چند قدم دور ہی تھے کہ دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ ہم بھی رکے بغیر اندر چلے دیے۔

دروازے کے اندر ایک کشادہ صحن تھا اور وہاں کا ماحول بڑا ہی رنگین تھا۔ بے شمار خوبصورت لڑکیاں مختصر لباس میں ادھر سے ادھر بیٹھی مختلف کاموں میں مصروف تھیں۔ ہم ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے سیدھے آگے بڑھ گئے۔ سامنے ایک دروازہ تھا جسے سیڈھا نے آگے بڑھ کر کھولا۔ یہ ایک خوبصورت کمرہ تھا جہاں بڑا ہی بیش قیمت سامان رکھا ہوا تھا۔ سیڈھا نے مجھے ایک صوفہ نما کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک اسی طرح کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ابھی ہمیں بیٹھے کچھ منٹ ہی ہوئے تھے کہ ایک اندرونی دروازے کے کھلنے کی آواز

سنائی دی۔ میں نے چونک کر ادھر دیکھا۔ ایک بوڑھا مگر تندرست دکھائی دینے والا ایک شخص اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کی چال میں ٹھہرو تھا۔ پہلی چیز جو اس کی شخصیت میں میں نے نوٹ کی وہ اس کی آنکھیں تھیں۔ بہت ہی تیز اور چمکدار۔

اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر سیڈھا احتراماً کھڑا ہو گیا۔ میں بھی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

"ہم پروہت جی کی شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں شرف ملاقات بخشا۔" سیڈھا نے بڑی عاجزی سے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"بیٹھو!۔۔۔اور مجھ سے اپنے دوست کا تعارف کرواؤ۔" جوالا پروہت نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

"یہ میرا دوست ہے۔ اس کا نام سلیمان ہے۔ یہی ہے وہ جس نے میری جان بچائی۔" سیڈھا نے جلدی سے میرا تعارف کرواتے

ہوئے کہا۔

"بہت خوب۔۔۔ جوشو سے بچ نکلنا اتنا آسان نہ تھا۔ بھی تم تو خوب طاقت رکھتے ہو۔" جوالا پروہت کی آنکھوں میں مکاری جھلک رہی تھی۔

"پروہت جی۔۔۔ میں کیا اور میری اوقات کیا۔ بس یوں سمجھ لیں کہ بھاگنے میں تیز ہوں۔" میں نے عاجزی سے جواب دیا۔ "تاہم مجھے طاقتور بننے کی بڑی جستجو ہے۔ اگر آپ مجھے اپنی شاگردی میں لے لیں تو یہ میرے لیے بہت بڑی اعزاز کی بات ہوگی۔" میں فوراً ہی اپنے مدعا پر آ گیا۔

جوالا پروہت نے چند لمحوں تک مجھے دیکھا پھر بولا۔

"اتنی جلدی اچھی نہیں ہوتی سلیمان!۔۔۔ پہلے تو مجھے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔ کون ہو کہاں سے آئے ہو۔" اس بار بھی جوالا پروہت

کے لہجے میں عیاری نمایاں تھی۔

"میرا خیال ہے کہ عظیم جوالا پروہت کے لیے یہ جان لینا کوئی بڑی بات تو نہیں کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں۔" میں نے بھی اس بار کچھ سنبھلتے ہوئے ٹال مٹول سے کام لیا۔ مگر میرے اس جواب پر جوالا پروہت چونک پڑا۔

"ہوں!۔۔۔تو تم مجھ سے اپنے آپ کو خفیہ رکھنا چاہتے ہو۔" اس بار اس کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ غصہ بھی تھا۔ پھر اس نے چند لمحوں کے لیے اپنی آنکھیں بند کیں اور ایک دم جھٹکے سے کھول دیں۔

"تو تم علم زوجیلہ کے ماہر ہو۔۔۔ تمہاری ارتکاز کی قوت بھی بہت خوب ہے۔ لگتا ہے کسی بڑے استاد کے شاگرد ہو۔ کیا مجھے اپنے استاد کے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟" اس بار جوالا پروہت کے لہجے

میں حیرت بہت زیادہ نمایاں تھی۔

"پروہت جی!۔۔۔مجھے یہ علم میرے دادا نے سکھایا ہے۔وہ کوئی مشہور انسان نہیں ہیں۔بس ایک عام سے انسان مگرانہیں کسی نے اس علم کے بارمیں بتایا تھا۔وہ اس کا علم جانتے تھے اس لیے انہوں نے مجھے اس کی تفصیل بھی بتائی اور میرے راہنمائی بھی کی۔بس یہ ہے ساری کہانی۔" میں نے جان بوجھ کر مختصر انداز میں اپنی کہانی بتائی تاکہ کسی بھی طرح سے وہ میری اصلیت نہ جان سکیں۔

"ٹھیک ہے!۔۔۔اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔" جوالا پروہت کی چہرے سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اس نے میرے بات پر یقین بھی کیا ہے کہ نہیں۔

"جی میں اور زیادہ علوم سیکھنا چاہتا ہوں۔آپ کی شاگردی میں رہ کر بہت کچھ بننا چاہتا ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"مجھے کیا ملے گا؟" اچانک جوالا پروہت نے تیز لہجے میں پوچھا۔ اور میں نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"میں آپ کو کیا دے سکتا ہوں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اگر تم مجھے سونالی کا ایک انڈا لا کر دو تو میں تمہیں ایک ایسا علم بتا سکتا ہوں جس کی مدد سے تم سارے افریقہ پر حکومت کر سکتے ہو۔" جوالا پروہت کی لہجے میں بدستور عیاری نمایاں تھی۔ سیڈھا سونالی کی نام پر بری طرح چونک پڑا تھا۔

"یہ۔۔۔یہ۔۔۔کہاں ملے گا؟" میں نے لاشعوری طور پر پوچھا۔

"پتہ نہیں۔۔۔۔اس کا پتہ کرنا تمہارا کام ہے۔ تم مجھے یہ انڈا لا دو اور جو بولو گے میں تمہیں وہ سیکھاؤ گا۔" جوالا پروہت نے بڑے فراخدلانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"مگر اس کے بارے میں کچھ تو بتائیں۔ یہ کہاں ملے گا یا میں اسے

کہاں پر تلاش کروں؟" میں نے حیرت میں ڈوبے ہوئے کہا۔

"بس اتنا جان لو۔۔۔ کہ سونالی ایک ایسے جانور کا نام ہے جو زیر زمین رہتا ہے۔ کم از کم دس میل کی گہرائی پر۔ اگر وہ اس سے اوپر آجائے تو ٹھنڈ سے مر جائے۔ اس کے جسم کو بہت زیادہ گرمی کی ضرورت ہوتی ہے جو زمین کی اندرونی تہوں میں ہی مل پاتی ہے۔ اس کو تلاش کرنے کے لیے تمہیں زمین کی تہوں میں جانا ہوگا اور پھر اس کا پیچھا کر کے اس کا انڈہ چرا کر لانا ہوگا۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے مگر تمہیں علم زوجیلہ پر عبور حاصل ہے اور پھر تم ارتکاز توجہ میں بھی کمال رکھتے ہو۔۔۔ ان دونوں کی موجودگی میں مجھے یقین ہے کہ تم اس کو حاصل کر سکتے ہو۔" جوالا پروہت نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں یہ انڈہ لے کر آؤں گا اور آپ مجھے اپنی

شاگردی میں لے کر مجھے مزید طاقتور بننے میں مدد کریں گے؟" میں نے کچھ سوچ کر کہا اور پھر ایک بار ان سے وعدہ لینے کی غرض سے اسے دوہرایا۔

"ہاں!۔۔۔میں تمہیں زبان دیتا ہوں۔اور یاد رکھو۔۔۔جوالا کبھی اپنی زبان کے خلاف نہیں جاتا۔" جوالا پروہت نے بڑی سنجیدہ انداز میں کہا۔

اتنے میں ایک دروازہ کھلا اور چند حسینائیں ایک طاق میں کچھ شربت کے گلاس رکھیں اندر داخل ہوئیں۔ان کو دیکھ کر اور باہر موجود حسیناؤں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ جوالا پروہت حسن کا دلدادہ واقع ہوا تھا۔بہرحال ہم نے شربت پیا اور پھر کچھ دیر وہاں بیٹھنے کے بعد اجازت طلب کی۔

"ٹھیک ہے!۔۔اب تم جاؤ۔۔۔اور دیکھو جب بھی وہ انڈہ حاصل کر

لو۔۔۔تو اسی راستے سے یہاں آجانا جس راستے سے تم آج آئے ہو۔یہ راستہ تمہارے لیے ہمیشہ کھلا ہوگا۔" جوالا پروہت نے تاکید کرتے ہوئے کہا اور ہم نے ان کا شکریہ ادا کر کے واپسی کے چل پڑے۔

اس قلعہ نما عمارت سے نکل کر سیڈھا مجھے لیے ہوئے ایک بڑے سے چشمے کی طرف چل پڑا۔میں نے کچھ بولنے کی کوشش کی مگر اس نے مجھے اشارے سے منع کر دیا۔پھر جیسے ہی ہم چشمے کے پاس پہنچے۔اس نے اپنا رخ اس چشمے کے ماخذ کی طرف کر دیا۔ہمیں تھوڑا سا پہاڑی راستہ طے کرنا پڑا اور پھر ہم اس آبشار کے سامنے پہنچ گئے جہاں سے پانی نیچے گر رہا تھا۔

"بس ہمیں اس آبشار کو چھلانگ لگا کر۔۔۔کراس کرنا ہے۔یہی واپسی کا راستہ ہے۔جیسے ہی ہم اس کو کراس کریں گے۔ہم واپس اسی

جگہ ہو نگے جہاں سے ہم نے یہاں آنے کے لیے چٹان کو چھلانگا تھا۔" سیڈھا نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ میں چونکہ اس قسم کے تجربے سے پہلے بھی گزر چکا تھا۔ اس لیے بغیر کسی حیرت کے رضامند ہو گیا۔ پھر ہم دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ایک زور دار چھلانگ اس آبشار کی طرف لگا دی۔ جیسے ہی ہمارے جسموں نے اس آبشار کے پانی کو کراس کیا ایک جھٹکے سے ہمارے اردگرد ماحول تبدیل ہو گیا اور ہم نے اپنے آپ کو اسی جگہ کھڑے پایا جہاں چٹانی راستے سے ہم اس میں داخل ہوئے تھے۔

سیڈھا مجھے لیے تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنی جھونپڑی کی طرف چل دیا۔

"تم نے بغیر کچھ سوچے سمجھے سونالی کے انڈے کو لانے کا وعدہ کر لیا" سیڈھا نے بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

"تو اور میں کیا کرتا۔۔۔ مجھے پروہت جی سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔

اور انہوں نے اس کے لیے یہ شرط رکھ دی۔ اب تم ہی بتاؤ میں اور کیا کرتا؟" میں نے بے چارگی سے کہا۔

"جانتے ہو۔۔۔سونالی کا انڈہ آج تک کوئی انسان چرا نہیں سکا ہے۔ مجھے ایک دفعہ خود پروہت جی نے ہی بتایا تھا کہ جب سے نسل انسانی اس دنیا پر قائم ہوئی ہے۔۔۔ بہت سوں نے کوشش کی مگر اس انڈے تک کوئی نہ پہنچ سکا۔" سیٹھا نے اپنی معلومات مجھے بتاتے ہوئے کہا۔

"جو بھی ہو۔۔۔اب دیکھا جائے گا۔" میں نے پرعزم لہجے میں کہا۔

اتنی دیر میں ہم جھونپڑی کے سامنے پہنچ گئے۔ جیسے ہی ہم نے جھونپڑی کے اندر قدم رکھا اچانک کسی نے پیچھے سے ہمیں اندر کی طرف دھکا دیا۔ ہم اس دھکے کی وجہ سے اوندھے منہ اندر جا گرے

اور ایک دم ہمارے اوپر ایک جال پھینک دیا گیا۔ میری چھٹی حس نے فوراً ہی خطرے کی گھنٹی بجادی۔ کیونکہ یہ جادوئی جال تھا جس سے میرا پالا پہلے بھی ایک بار پڑ چکا تھا۔

"تم کیا سمجھتے تھے کہ جوشو پر حملہ کر کے یوں آسانی سے بھاگ سکو گے؟" ہمارے کانوں میں منحوس جوشو کی آواز پگھلائے ہوئے سیسے کی طرح اترتی چلی گئی۔